نمک افعال و خواص صفحہ ۴۸

جن لوگوں نے ہمارے بنائے ہوئے دیگر افعال و خواص کا سلسلہ بغور ملاحظہ فرمایا ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ ہم نے عام معمولی چیزوں سے غیر معمولی امراض مخصوصہ دور کرنیکے معلومات حاصل کرنے میں کس قدر کوشش، محنت و جانفشانی سے کام لیا ہے اور اس خدمت کو انجام دینے کیلئے اپنے تجربات کے علاوہ کس قدر مفید دوسروں کے معلومات مہیا کرنے میں صرف کیا ہے افعال و خواص نمک بھی اسی سلسلے کا ایک عجیب و غریب رسالہ ہے جس میں روزمرہ استعمال ہونیوالے معمولی نمک اور اس سے تیار ہونیوالی بہت سی دواؤں سے تقریباً ہر مرض کا علاج کرنیکی تدبیریں تحریر کی گئی ہیں سائز کلاں صفحہ ۴۸ قیمت ۳ مصنفہ حکیم ویدگرہا ئی رام گپتا دہلی۔

افعال و خواص پلاش

اس درخت کی جڑ، پھول، پتے، شاخ، گوند وغیرہ تمام اجزا فرداً فرداً سینکڑوں امراض کے کام آتے ہیں اس سے تیار ہونیوالی تمام دوائیں اور نسخے اس کتاب میں درج ہیں سائز کلاں صفحہ ۳۲ قیمت ۲/۱

افعال و خواص ہینگ

ہینگ گھر گھر میں مصالحہ میں ڈالنے کے کام لائی جاتی ہے در اصل یہ بھی پیٹ کے مریضوں کی ایک لاثانی دوا ہے جو ضرورت پڑنے پر مریضوں کو موت کے منہ میں سے نکال لاتی ہے جو مرض ڈاکٹر حکیم کے آنکی مہلت نہیں دیتے اور منٹوں میں مریض کو ختم کر دیتے ہیں ان میں بھی یہ آب حیات کا کام کرتی ہے مرگی، فالج، لقوہ، نزلہ، جگر، تلی، بخار، موتیا بند سینکڑوں طرح کے جسمانی درد، قے، دست، ہیضہ، نمونیہ، پسلی چلنا سانس، دمہ، نامردی، باؤ گولہ، چھالے، سوزش، گٹھیا، جلندھر، بھگندر، بواسیر، پھوڑا، پھنسی، درد بچھو، بھڑ، تتیا، باؤلا کتا، پیٹ کے کیڑے، آدھا سیسی، عورتوں کی بہت سی بیماریاں ہسٹریا کو دور کرے غرضیکہ اور بہت سے امراض کو بھی ہکیا اور شرطیہ دور کرتی ہے اگر آپ ہینگ سے ان سب مرضوں کا علاج کرکے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں تو افعال و خواص ہینگ سائز کلاں صفحہ ۵۶ قیمت ۱۲ ملاحظہ فرمائیں۔ مصنفہ وید گپتا دہلی

اورنگ زیب:۔ ہاں سزائے موت سے

مضمر تمہاری موت میں قدرت کا راز ہے
بدعت پہ تم کو مجھکو شریعت کا ناز ہے

دارا:۔ اچھا تم سے۔
اورنگ زیب:۔ بس خبردار!
سعد اللہ خاں:۔ ہیں یہ کیا۔؟
اعظم خاں:۔ بس خبردار!

(قید ہونا دونوں کا مرنا)

روز افزوں کرو فر ہو وقت پر تنویر کا
اوج پر چمکے ستارہ شاہ ذی توقیر کا

قاضی

مدعا ہے رات دن ہر اک جوان و پیر کا
لوہا مانے خلق اورنگ زیب کی شمشیر کا
ورد ہے ہر دم یہی بس آصف دلگیر کا
حشر تک قایم رہے اقبال عالمگیر کا
یا رب العالمین آمین آمین آمین

ختم شد

ملنے کا پتہ:۔ منشی بابا پرمنڈل دریبہ کلاں دہلی

کرے وہ سزائے موت کا سزاوار ہے۔

اورنگ زیب:۔ اچھا تو لو دیکھو اس کاغذی آئینہ میں اپنے جرموں کی صورت دیکھو اور کہو کہ کیا تم نے اس شریر النفس کے کہنے سے بہن جہاں آرا کے قتل کا مشورہ نہیں ٹھہرایا۔

دارا:۔ نہیں۔

سعد اللہ:۔ ہرگز نہیں! کبھی نہیں۔

اورنگ زیب:۔ اور اس جعلی حکمنامہ پر شاہی مہر لگا کر جسونت سنگھ کو میرے قتل پر آمادہ نہیں کیا۔

دارا:۔ نہیں!

اورنگ زیب:۔ ابا حضور کو آگرہ کی چار دیواری میں نظر بند نہیں کیا۔؟

دارا:۔ نہیں! نہیں!! نہیں!!!

اورنگ زیب:۔ اچھا تو سنو اور کان کھول کر سنو!

مدت سے تم ستے کوئے ذلالت میں محو خواب
برسوں سوا بدی کے نہ تم سے ہوا ثواب
عصیاں سے ہے بھری ہوئی اعمال کی کتاب
اب سوچتے ہو حشر میں ہم دیں گے کیا جواب
کانوں میں آرہی ہے فلک سے ندائے موت
ہاں سن لو میں سناتا ہوں تم کو سزائے موت

دارا:۔ کیا کہا سزائے موت۔؟

دارا

وہ ہم ہیں گر پڑے جو ترقی کے بام سے
وہ ہم ہیں آب صاف لنڈھا ہیں جو جام سے
وہ ابر ہیں جو موتیاں برسا کے رہ گئے
وہ ہم ہیں گل جو کھلتے ہی مرجھا کے رہ گئے

اورنگ زیب

کیوں ترک کر گیا تمہیں اعجاز افتخار
کیوں اٹھ گیا جہاں سے تمہارا اعتبار
کیوں اہل دین کہنے لگے تم سے ننگ و عار
کیوں کھو گیا وہ رتبہ و اقبال وہ وقار
کس نے تباہ کر دیا ہندوستان کو
کس نے مٹا دیا شرف و عز و شان کو

دارا۔ تو نے! او ظلم کے خوگر فتنہ پرداز فسوں ساز تو نے۔

اورنگ زیب۔ نہیں تم نے۔ تمہارے غرور تکبر نے۔ تمہاری بے رحمی نے تمہاری ناانصافی نے سے

غیروں کے تو اظہار کئے عیب و خطا بھی
اور اپنی خبر کچھ نہیں رکھتے ہو ذرا بھی

دارا

خیر اب تو بیان کر تیرا کیا ہے ارادہ
اس وقت تو اسوا ہے اور میں نے بھی پایا
اب تجھے تو مجکو میں جو چاہے سزا دے
اس وقت میں تبہ میں ہوں کم تو ہے زیادہ

اورنگ زیب۔ خیر اگر درجہ اور رتبہ کا خیال ہے سزا اور جزا کا ملال ہے تو بتاؤ کہ جو شخص دوسروں کی جان لینے کا قصد کرے اسکو کیا سزا دینی چاہیئے۔؟

[illegible]۔ سزائے موت ۔

[illegible]۔ کیا تم اقرار کرتے ہو۔؟

[illegible] تا ہوں کہ وہ شخص جو دوسرے کی جان لینے کا قصد

بابْ تیسرا سینْ چھٹا خوابگاہ جہاں آرا

مع سہیلیوں کے

ڈرمسین ۂ ٹیبلہ

بابْ تیسرا سینْ ساتواں

آخری دربار اورنگ زیب

اورنگ زیب

اے کون و مکان کے تاج و سر پر — بادشاہانِ جہاں ہیں سب ترے در کے فقیر
ہے سہارا تو ہی امید و بیم کا — زیبروں کا حامی ہے تو سلطان ہفت اقلیم کا

چوبدار:۔ حضور سعد اللہ خاں اور داراشکوہ شہزادی صاحبہ کی خواب گاہ میں گرفتار ہو کر آئے ہیں۔

اورنگ زیب:۔ اعظم خاں جاؤ۔ ان دونوں مردودوں کو میرے سامنے لاؤ۔

آئیے بھائی صاحب مہربان قدردان حسن چھپکے حق کا اعلان ہے

خورشید لیے زبانے لب بام کون ہے — ملنے کو نگیں سے ہے۔ وہ نام کون ہے
گھیرے ہوئے ہے کس کو ہلاکت جہان کی — پڑتی ہے کس پہ تیز نظر آسمان کی

ڈاکٹر:۔ شاباش زندہ باش! دولت زیادہ خانہ آباد

آخری گانا

مل مل گاؤ مبارک باد۔ سب گھونٹا ہوا صاف۔ مل عیش کرو۔ دشمن ہوا ذلیل و خوار۔ چلو چلو اپنے گھر کو۔ دولت زیادہ خانہ آباد۔

کومک ختم شد

باب تیسرا سین پانچواں ۔ راستہ

سعد اللہ خاں:۔ دیکھئے رات عمر ناپائیدار کی طرح آدھی سے زیادہ گھٹ چکی اور آسمان کی نورانی قندیل تند ہوا کے جھونکوں سے بجھ چکی ہے۔ دمدار ستارے بیوفا غلاموں کی طرح پہرے پر سو گئے ہیں۔ اور تمہاری بہن جہان آرا اپنی خوابگاہ میں سو رہی ہے۔ بس یہ وقت اچھا ہے لو یہ خنجر ؎

خنجر انکو کہا ہاتھ میں چست تیز دھار ہے
ایک وار میں سمجھ لو کہ بس بیڑا پار ہے

دارا:۔ اے بے زبان منصف ؎

منور ہے ترا چہرہ مکدر میرا آئینہ
تری آنکھیں ہیں بینا اور میں اسوقت نابینا

تو قبضہ میں میرے اور تجھ پر ہے غالب مرا کینہ
ادھر ہے نوک تیری اور ادھر دشمن کا ہے سینہ

مثال برق اپنی کاٹ دکھلا سرخرو بن کر
بجھا اس کے لہو سے پیاس اپنی آرزو بن کر

سین ختم

نوجوان سے کرلی۔

فطرت:۔ ہیں شادی کرلی۔ بہت تیری تقدیر پر سورج کا ٹکڑا یہاں بھی ٹمیں فش۔

روزا:۔ کیوں صاحب کیا ہوا۔؟

فطرت:۔ ارے ہوا کیا کمبخت سے ایک دم رنڈوا ہوگیا۔

ڈاکٹر:۔ اچھا آپ مقطع کا بند کیجئے کہ اب آپ کیا چاہتے ہیں۔

عظمت:۔ اجی میرا تو آپ سب صاحبان سے یہی کہنا ہے کہ یہ جو سامنے جوشیلے جوان کھڑے ہیں روز مجھکو طعنہ دیتے ہیں کہ تمہارے ہی پھر ٹالنے سے میری بہن نے شادی کرلی۔ آپ اتنی اتنی لمبی ڈاڑھی والے دقیانوس کے وقت کے بزرگ صورت لوگ ہیں فرمائیے کہ لڑکی کا نکاح کرنا اچھا ہوا یا بُرا ہوا۔؟

جمعدار، سپاہی، ڈاکٹر، عشرت:۔ بہت اچھا ہوا۔

روزا:۔ نہیں جناب بہت بُرا ہوا۔

عشرت، ڈاکٹر:۔ یہ کیوں۔ اس میں تمہارا کیا نقصان ہوا۔

روزا:۔ ہائے میری ایک ہی ہمشیرہ تھی وہ بھی مجھ سے جدا ہوگئی۔

ڈاکٹر:۔ نہیں نہیں میرے نوجوان بچے! میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ اگر شادی ہوجانے کے بعد تمہارے ہاں کوئی لڑکی پیدا ہو تو تم بھی اس کے جوان ہوجانے کے بعد اس کو گھر میں مت بٹھانا۔ امیر ہو۔ غریب ہو۔ فقیر ہو۔ حقیر ہو۔ رئیس ہو۔ سائیس ہو غرض کوئی ہو نکاح ضرور کردینا۔ ورنہ میری طرح پچھتاؤ گے۔

روزا:۔ اچھا جناب! آپ کی لیکچربازی نے میرے اس سر کی ٹوپی پھیر دی۔ میں اس خیال کو دل سے بھلاتا ہوں۔

غنچہ:۔ خدا جانے یہ بھی کس اُتو باپ کا بیٹا ہے۔ اچھا ڈاکٹر صاحب بیٹل کا چشمہ لگا کر دیکھو صاف تو ظاہر ہے کہ یہ بوڑھا اس باپ کا ہے اور یہ نوجوان اس کا بیٹا ہے

ڈاکٹر:۔ اچھا صاحب! آپ اپنا مطلب بیان فرمایئے کیوں کہ عدالت میں جانا ضروری ہے۔ ان ملزموں کو لے جانا منظور ہے۔

عظمت:۔ جناب سُنئے۔

رونا۔ مہربان! چونکہ یہ ضعیف ہیں۔ آپ کی سمجھ میں نہیں آئے گا ان کا بیان۔ میں سُناتا ہوں ساری داستان۔

فطرت:۔ ابے ہمیں جیل خانہ جانا ضروری ہے کہیں بول بھی چُک شیطان۔

رونا:۔ (بشکل جوان) سُنئے ہم اپنے والدین کے دو بچے ہیں۔ ایک میں اور میری حقیقی ہمشیرہ جس سے میں حد سے زیادہ محبت کرتا ہوں۔ جو خدا کے فضل سے اب جوان ہے۔ میری دلی منشا تھی کہ میں عمر بھر اس کو اپنے سے جدا نہ کروں گا۔ کیونکہ والدین تو ہم کو کمسنی میں چھوڑ کر فوت ہو چکے تھے۔ یہ ہمارے راز دار بزرگ صورت پڑوسی جو کھڑے ہیں۔ ان کا منشا یہ تھا۔ کہ یہ اپنی ہمشیرہ سے محبت توڑ دے اور کہیں اس لڑکی کا رشتہ جوڑ دے۔

فطرت:۔ سالے دوست تو ایسے موقع پر مجھے کیوں نہیں یاد کیا۔؟

عشرت:۔ فطرت خاموش!

ڈاکٹر:۔ اچھا پھر کیا ہوا۔؟

ہوا کیا بس اس لڑکی نے میری دلی مراد کے مطابق اپنی شادی کیا

اورنگ زیب:۔ میں مثل مار اب تم کو ایک دم میں کچل دوں گا۔
جسونت سنگھ:۔ ذرا تم دیکھنا اب جنگ میں کیا موج آئے گی۔
اورنگ زیب:۔ میری امداد کرنے کو ملک سے فوج آئے گی۔
جسونت سنگھ:۔ نہ دوں گا میں تمہیں مہلت۔
اورنگ زیب:۔ نہ دوں گا میں تمہیں فرصت۔
جسونت سنگھ:۔ جلا دوں گا مٹا دوں گا میں سر تن سے اڑا دوں گا۔
اورنگ زیب:۔ بڑے بوڑوں کا سر نیچا ہے میں تم کو دکھا دوں گا۔

سین ختم

باب تیسرا سین تیسرا قلعہ اورنگ زیب

ڈرامہ سین جنگ اورنگ زیب و جسونت سنگھ

باب تیسرا سین چوتھا کوٹھا

مرزا عشرت:۔ مثل ہے کہ دو یار دونوں بیکار ایک پاگل برخوردار دوسرا عیاش ناہنجار کمبختوں کو اتنا سمجھایا اتنا دھمکایا مگر دونوں میں سے ایک کی بھی سمجھ میں نہیں آیا ان کو خدا کی مار چوپٹ کر دیا دوکان کا کاروبار۔ ایسے جینے سے تو موت ہزار درجے بہتر ہے اٹھا لے پروردگار اب تو جلد اٹھا لے۔

سے داراشکوہ بن کر مجھ سے پروانہ حاصل کر دا اور نہیں تو جاؤ بھائی دارا
سے کہہ دو سے

سوانگ ظاہر ہوگیا جسونت کی تحریر کا — رنگ پھیکا پڑ گیا ہے آپ کی تقریر کا
ساتھ اس کے یہ بھی کہہ دو مجھ سے لڑنے کیلئے — صرف قبضہ رہ گیا ہے میان میں شمشیر کا

جسونت سنگھ:۔ دیکھئے! اس کا انجام اچھا نہ ہوگا۔
اورنگ زیب:۔ اچھا نہیں تو بُرا بھی نہ ہوگا سے

وہ لوگ جو اپنا ہی بھلا کر نہیں سکتے — تم کچھ بھی کسی کا بھی بُرا کر نہیں سکتے
دشمن کو کیا کرتے ہیں جو اپنی ہی کا پیشہ — پیر گوشت سے ناخون جدا کر نہیں سکتے

جسونت سنگھ:۔ یہ آپ کا خیال خام ہے۔
اورنگ زیب:۔ تم جس کو صبح سمجھتے ہو وہ دراصل شام ہے۔
جسونت سنگھ:۔ ہر ہر قدم پر آپ کے ایک ایک دام ہے۔
اورنگ زیب:۔ پر نگہبان میرا خدائے انعام ہے۔

جسونت سنگھ۔ خدا کیا تمہارا ہی ایک ساتھ دے گا
نہیں کیا نہ دنیا میں وہ ہاتھ دے گا

اورنگ زیب:۔ وہ سب کا خدا ہے نگہبان ہے سب کا
بدوں کو مگر بالیقین مات دے گا

جسونت سنگھ:۔ تمہارا نام لے کر جنگ میں شمشیر کھینچوں گا
اورنگ زیب:۔ قلم سے میں تمہاری موت کی تصویر کھینچوں گا
جسونت سنگھ:۔ میں دشمن بن کے نقشہ جنگ کا دم میں بدل دوں گا

اورنگ زیب:۔ ہاں بیشک یہ قتل نامہ میرے قتل کا مدلل ثبوت ہے اور یہ بھی سچ ہے کہ جب تک یہ فرمان شاہی تمہارے قبضہ میں تھا در حقیقت تم ولیعہد داراشکوہ تھے مگر اب جبکہ یہ فرمان شاہی تمہارے قبضہ سے نکل کر میرے قبضہ میں آگیا تو کیا اب بھی تم داراشکوہ ہو۔

جسونت سنگھ:۔ جی نہیں! ایسی حالت میں اب صرف جسونت سنگھ ہی ہوں۔

اورنگ زیب:۔ اگر تم جسونت سنگھ ہو تو اپنے جسونت سنگھ ہونے کا ثبوت دو۔ سر تسلیم خم کرو یہ طریقہ ہے خادم کا ثبوت اپنی وفاداری یہ شیوہ ہے ملازم کا

جسونت سنگھ:۔ میں نہایت ادب سے سر تسلیم خم کرتا ہوں۔

اورنگ زیب:۔ ہاں! اب کہو کہ تمہارا کیا ارادہ ہے۔؟

جسونت سنگھ:۔ جسونت سنگھ شاہی پروانہ کا خواستگار ہے۔

اورنگ زیب:۔ پروانہ، کون سا پروانہ؟

جسونت سنگھ:۔ وہی آپ کا قتل نامہ جو آپ نے مجھ سے لیا ہے۔

اورنگ زیب:۔ میں نے تم سے لیا ہے۔؟

جسونت سنگھ:۔ ہاں ہاں مجھ سے۔

اورنگ زیب:۔ ہرگز نہیں! میں نے یہ شاہی پروانہ تم سے نہیں لیا بلکہ ولیعہد دارا سے لیا ہے۔

جسونت سنگھ:۔ ایسا کہنا سراسر دھوکہ ہے۔

اورنگ زیب:۔ دھوکہ پہلے تم نے دیا ہے لہٰذا تمہارے دھوکے کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ جس طرح تم داراشکوہ سے جسونت سنگھ بن گئے۔ اسی طرح اب جسونت سنگھ

نا ادب۔ کیا وہ ہاتھ جو سلام کے لئے سر تک اُٹھ جاتا تھا اور وہ سر جو تعظیم کیلئے زمین تک جھک جاتا تھا آج وہی سر سرکشی پر آمادہ ہے اور وہی ہاتھ تلوار کے قبضہ پر نظر آتا ہے۔

جسونت سنگھ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اسوقت جسونت سنگھ جسونت سنگھ نہیں بلکہ ولیعہد دارا ہے ؎

ہاتھ قبضہ پہ ہے سر اونچا ہے دل فولاد کا
یہ سمجھ لو تم کہ ہے بیٹا میں جلاد کا

اورنگ زیب:۔ کیا تم اقرار کرتے ہو کہ تم اس وقت جسونت سنگھ جسونت سنگھ نہیں بلکہ ولی عہد داراشکوہ ہو۔

جسونت سنگھ:۔ بے شک! میں اقرار کرتا ہوں کہ میں جسونت سنگھ نہیں۔ بلکہ داراشکوہ ہوں ؎

صلح کی صورت سے ہوں میں اک محسن کی طرح
سر بلند ہوں سرکشی پر سانپ کے پھن کی طرح
میں عدو جان سمجھتا ہوں تمہیں کھاکر قسم
مرد میداں کی طرح۔ بدخواہ دشمن کی طرح

اورنگ زیب:۔ میں تمہاری دشمنی کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہوں۔

جسونت سنگھ:۔ آخر سبب۔؟

اورنگ زیب:۔ سبب یہ کہ تم زبانی جمع خرچ سے ولیعہد کا درجہ حاصل کرنا چاہتے ہو۔ اور مجھے گیدڑ بھبکیاں دکھاتے ہو۔

جسونت سنگھ:۔ نہیں میں اپنے ولی عہد ہونے کا کافی ثبوت رکھتا ہوں۔

اورنگ زیب:۔ ہرگز نہیں تم جھوٹے ہو۔

جسونت سنگھ:۔ میں سچا ہوں۔ اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو دیکھو شاہی مہر اور تمہارا قتل نامہ۔

باہر

شاہجہاں:۔ ٹھہرو بیٹا! اگر تو میری آنکھ کا علاج کرانا ہی چاہتا ہے تو ایک بار میدان گ
میں اورنگ کے پاس مجھے لے چل میں اس سے صلح کی ٹھہراؤں گا۔ اور اس کی
دعا سے میری آنکھوں میں نور آجائے گا۔

دارا۔ جب آپ کا یہی ارادہ ہے تو مجھے عذر کس بات کا ہے بسم اللہ آپ ابھی میدان جنگ
میں تشریف لے جائیں اور وہاں جا کر اورنگ زیب سے صلح کی ٹھہرائیں۔ ہاں
چلئے سعد اللہ خاں یہی موقع اچھا ہے۔ دشمنوں کو کانوں کان خبر نہ ہونے دینا
اور ابا حضور کو آگرہ کے قلعہ کی چار دیواری میں بند کر دو اور یہاں سے

میں قصہ پاک کرتا ہوں اس پر فریب کا — سر کاٹ کے لے آؤں گا اورنگ زیب کا

باب تیسرا — سین دوسرا — جنگل

اورنگ زیب:۔ اے عزیز محبو جان نثارو تم اعظم خاں کی زبانی سن چکے ہو کہ ابا حضور کو
آگرہ کے قلعہ کی چار دیواری میں بند کر دیا گیا ہے اور ادھر مہاراجہ جسونت سنگھ
کافی جماعت کے ساتھ میری بے عزتی پہ اڑا ہے اور ادھر بھائی دارا اور سعد اللہ خاں
کا جوش و خروش دریا کی روانی کی طرح بڑھتا جا رہا ہے ۔

دشمن دیں کو ہے لب اب میرے سر کی آرزو — اور مجھے اللہ سے ہے فتح و ظفر کی آرزو
کھینچ لو تلواریں اپنی نام لو اللہ کا — نام دنیا سے مٹا دو دشمن بدخواہ کا

سب سپاہی:۔ اللہ اکبر!

چوبدار:۔ حضور مہاراجہ جسونت سنگھ تشریف لائے ہیں اور ملاقات کی آرزو رکھتے ہیں۔

اورنگ زیب:۔ اچھا ان کو ساتھ عزت کے لے آؤ۔ ہیں نہ سلام نہ پیغام نہ ادب

شاہجہاں:۔ ٹھہرو، او ناعاقبت اندیش النسا تو ٹھہرو، میری ایک آخری نصیحت سنو۔

دارا:۔ نصیحت! کیا آخری نصیحت۔؟

شاہجہاں:۔ سنا گیا ہے کہ شجاع الدولہ جو بنگال کا فرماں روا تھا۔ وہ میدان جنگ میں مارا گیا بڑی بے رحمی سے اس کا سر اتارا گیا۔

دارا:۔ اچھا ہوا دشمن جاں مارا گیا۔

شاہجہاں:۔ کیا کہا اچھا ہوا۔؟

دارا:۔ ہاں ہاں اچھا ہوا۔

شاہجہاں:۔ نہیں داراشکوہ بہت برا ہوا۔ اس کے مرنے سے اورنگزیب کا مقصد حاصل ہو گیا۔

دارا:۔ مقصد حاصل ہو گیا۔ وہ کس طرح۔؟

شاہجہاں:۔ بیٹا! میں نے خواب میں تجھکو بہت بری حالت میں دیکھا ہے

خواب میں دیکھا ہے تجھکو راستے گو دو کفن ۔۔۔ رو رہا ہے تجھے لاش پر تیری کھڑے سب مرد و زن

سر الگ اور دھڑ الگ مقتل میں تیرا تھا پڑا ۔۔۔ کھا رہے تھے چیل کوّے اور گیدڑ تیرا تن

دارا:۔ ابا جان! خواب کی باتوں پر اعتبار کرنا میری شان کے خلاف ہے بس میری طرف سے آپ کو بھی جواب صاف ہے

بہر ہی بختہ میرا مقصد گو میرا فوت ہو ۔۔۔ ٹھن گئی ہے اب یہی بس زندگی یا موت ہو

شاہجہاں:۔ اف خدا کیا ہوا میری آنکھوں کو کچھ سجھائی نہیں دیتا۔

کیا کچھ بھی نہیں سجھائی دیتا۔ ارے کوئی ہے جاؤ شاہی حکیم کو بلا لاؤ۔

دم میں ہو جائیں گی مشکلیں حل آپ سے آپ
تیری قسمت کا نکلجائیگا بل آپ سے آپ
باغ میں تیرے پھل جائے گی اسلامی ہوا
شاخ امید میں لگ جائیگا پھل آپ سے آپ
صبح گذری خیر سے اب وقت آیا شام کا
نام پیدا کر اگر بندہ ہے تو اسلام کا

جہاں آرا :-
اور میں بھی کہتی ہوں اگر تو جانشین ہے باپ کا
تو اسلام کی کر خدمت ہو پابند اسلام کا

ڈراپ

باب تیسرا سین پہلا جشن گاہ دارا

گانا سہیلیوں کا

مینوں کجھ دسم جانی تیرا دسے۔ دل جانا بیلیاں سے تو جائے نہ جائے نہ لیا
بانگل پٹرلا عرج کرسیاں۔ چھار کے نہ جائیو ساڈا تیرا دسے دل جان جکڑی جائیگا
جمیلی چھبیلی میری بھی لے جائے جان ٹی کرکے چھار کے۔

دارا :- آہ آہ! خوشی خوشی!! معلوم ہوتا ہے کہ مہاراجہ جسونت سنگھ نے اورنگ زیب کو گرفتار کرلیا ہوگا۔ اس لئے ہم کو مدد کے لئے بلوایا ہے سعد اللہ خاں تم اسی وقت پچاس ہزار رہنار اجپوت اور پچیس ہزار جنگی پٹھانوں کے ساتھ روانہ ہو جاؤ اور دشمنوں کو سنبھلنے کی مہلت نہ دو مگر ہاں سے

ہونے نہ پائے یہ خبر ابا حضور کو
بھیجئے پیام موت کا اس پر قصور کو

دارا:۔ تو کیا اس گہرے راز کو سمجھنے کی مجھ میں قابلیت نہیں ہے۔؟

شاہجہاں:۔ راز کو سمجھنے کی قابلیت ہے مگر اس پر عمل کرنیکی قابلیت نہیں ہے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ شہزادوں کی سی صورت نہیں ٹھاٹھ شاہانہ نہیں شوکت نہیں عزت نہیں
اخوتِ اسلام شایانِ مذہب و ملت نہیں خوبیاں سب کچھ ہیں اچھوں کی فقط صحبت نہیں
اس لیئے علمائے دین میں کچھ تیری عزت نہیں

دارا:۔ کون ابا جان۔؟

شاہجہاں:۔ اورمرودادسہرا۔ بول کہ جب میں نے عنانِ حکومت اور مہر شاہی تیرے سپرد کی تو تو نے کیا کیا نہ ظلم کیئے۔ اورنگ زیب جو گلبرکہ کے محاصرہ پر تھا اس کو تو نے دھوکے سے بلوایا۔ سعد اللہ کی رائے سے مجھے بیوقوف بنا کر اورنگ زیب پر بغاوت کا الزام نہیں لگایا۔ راجپوتوں کو اورنگ زیب سے بدظن نہیں بنایا۔

دارا:۔ جی بنایا۔

شاہجہاں:۔ تو پھر کس طرح کہتا ہے کہ میں نے فساد نہیں اُٹھایا ہے۔
بنا کر مجھکو اندھا کھیل تجھ نے کھیلا جو سر کا کیا نردل سے سیر فیصلہ میرے مقدر کا

دارا:۔ ابا جان! میں اپنے قصوروں کی سچے دل سے معافی چاہتا ہوں۔

شاہجہاں:۔ خیر اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ اگر تو میرا ہی خون ہے اور میری زندگی میں دہلی تخت پر بیٹھنا چاہتا ہے تو اپنے ارادے کو توڑ دے۔ اورنگ زیب سے مقابلہ کا خیال چھوڑ دے۔ علمائے دین کو خوشنود کر اور خدا کو اپنا معبود کر۔

جہاں آرا:۔ تو ہے نامنصف جھکا گردن خدا کے سامنے۔

دارا:۔ اگر میں گردن نہ جھکاؤں تو کیا ہوگا۔؟

جہاں آرا:۔ کیا ہوگا! بدقسمتی میں مجبور ہوگا۔ دشمنوں میں مغلوب ہوگا۔ خادموں سے شکست کھائیگا۔ ملازموں سے زحمت اٹھائیگا۔

نہ دم خم رہیگا نہ یہ تیری شاہی ... خسارے میں ہوگا تو واہی تباہی
تو رفع کریں گے تری ٹھوکروں سے ... یہ نوکر یہ چاکر یہ ادنےٰ سپاہی

دارا:۔ کیا کہا سپاہی۔ (شاہجہاں کا داخلہ)

شاہجہاں:۔ جی ہاں جناب یہ سپاہی ہے

فریب و مکر سے کیا مہر شاہی ہاتھ آئی ہے ... حکومت کا نشہ سر چڑھ کے دلمیں سمائی ہے
حمایل کشر کانہ اور اسلامی جماعت میں ... تمہارا نام دہریا ہے مرتد ہے قصائی ہے

دارا:۔ میرا نام دہریا ہے مرتد ہے قصائی ہے مگر جب میرا شاہانہ جلال اسلامی جماعت سے سوا ہے تو پھر مجھے اسلامی جماعت کی کیا پروا ہے۔

شاہجہاں:۔ اسکا جواب یہ ہے کہ جو شہزادہ اسلامی جماعت کی پروا نہیں کرتا وہ اسلامی تخت و تاج پر بھی کوئی حق نہیں رکھتا۔

دارا:۔ کیا یہ تو کہتا ہے۔؟

شاہجہاں:۔ میں نہیں اہل اسلام اور علمائے دین کہتے ہیں۔

دارا:۔ ہرگز نہیں! یہ آواز اہل اسلام کی نہیں ہے بلکہ فتنہ پرداز اورنگزیب کی آواز ہے

شاہجہاں:۔ خیر یہ آواز اورنگزیب کی ہی سہی مگر اس آواز میں حکومت کا گہرا راز ہے۔

دارا:۔ کیا دیکھتے ہو اس بدزبان کو گولیوں کا نشانہ بنا دو۔ اس کی زبان پر قیامت کی چپ کا تالہ لگا دو۔

جہاں آرا:۔ ٹھہرو ۔

گر ہو انسان حکم ایک بیدرد کا مانو نہیں ۔ بے گناہ پر ظلم کے بھالوں کو تم تانو نہیں

دارا:۔ کیا کہا میں ظالم ہوں؟

جہاں آرا:۔ ہاں! تو ظالم ہے

مکر و فریب باپ کو ستے بیٹے ایمان بتا ۔ کیا کیا نہ ظلم تو نے سے کئے بے ایمان بتا

پتلہ شاں شیطان ہو مکر و فریب کا ۔ اب اس سے شکوہ کرنا ہے اور نگ زیب کا

گر مرد ہے تو ساہنا اس کا زبان سی کر ۔ زیر اس کو علم و عقل سے تیغ و سناں سے کر

دارا:۔ او دشمن جان! اب میں تیغ و سناں سے اس کا فیصلہ کرنے سے پہلے بہت جلد تیرا فیصلہ کر دوں گا اور جب تک تیری موت کا ساماں مہیا نہ کر لوں گا کبھی آرام سے نہ بیٹھوں گا۔

جہاں آرا:۔ اور میں بھی کہتی ہوں کہ تیرے ظلم اور مکاریوں کا اختتام اب عنقریب ہے اب تجھے کبھی شاہی محلوں کے مخملی گدوں پر سونا نصیب نہ ہو گا ۔

اب تدارک جلد تیرے ظلم کا ہو جائیگا ۔ پیشتر ہی میرے تیرا فیصلہ ہو جائیگا

دارا۔ فیصلے کے پیشتر رفتار کا گفتار کا ۔ میں دکھا دونگا تجھے دم خم میری تلوار کا

یہاں کی راہ سا منا ہو کر نہ میری آبروئے تمدار کا خون ہو جائیگا فوراً تجھ سے زہر کی مار کا

۔ تو ہے مجرم سر جھکا میری رضا کے سامنے ۔

جہاں آرا۔ پہرے گیر۔ داروغہ:۔ جی حضور!
جہاں آرا:۔ قیدی کو رہا کردو۔ داروغہ:۔ بہت خوب!
اعظم خاں:۔ کون شہزادی صاحبہ۔؟
جہاں آرا۔ ہاں میرے محسن میں ہوں۔
اعظم خاں:۔ کیا آپ مجھکو سزا دینے آئی ہیں۔؟
جہاں آرا:۔ نہیں! میں تم کو رہا کرنے آئی ہوں۔
اعظم خاں:۔ تو کیا آپ کو میری بے گناہی کا ثبوت مل چکا۔؟
جہاں آرا:۔ ہاں حمیدہ بانو کی پاک دامنی سے میرا غنچۂ آرزو کھل چکا
لو یہ پستول اور نظر بچا کر نکل جاؤ۔
اعظم خاں:۔ بہت اچھا حضور اس طرف سے تو شہزادے صاحب تشریف لارہے ہیں
جہاں آرا:۔ پرواہ نہیں آؤ اس طرف چھپ جاؤ۔
دارا:۔ ہیں! کیا قیدی فرار داروغہ۔؟
داروغہ:۔ سرکار!
دارا:۔ بدبخت ادہر آ اور جلد بتا کہ قیدی کو کس کے حکم سے آزاد کیا۔؟
داروغہ:۔ حضور! شہزادی صاحبہ کے حکم سے۔
دارا:۔ میں قیدی کو جانتا ہوں شہزادی کو نہیں پہچانتا۔
داروغہ:۔ اگر آپ شہزادی صاحبہ کو نہیں پہچانتے تو میں بھی آپ کو نہیں پہچانتا۔
دارا:۔ تو ملازم کس کا ہے۔؟
داروغہ:۔ جس طرح میں آپ کا ملازم ہوں اسی طرح شہزادی صاحبہ کا بھی خادم ہوں

فطرت :۔ جناب آپ نہ گھبرائیں۔ ہم دونوں زمین کی تہ میں گھس جائیں گے سمندر میں غوطہ لگائیں گے مگر پروز کو تلاش کر کے ضرور لائیں گے لیکن آدھی شادی دونوں کے ساتھ کرنی پڑے گی۔

ڈاکٹر :۔ ارے کم بختو! تمہیں دل لگی سوجھ رہی ہے اور میری پلی پلائی لڑکی ہاتھ سے جا رہی ہے۔ ہائے پروز میں تجھے کہاں پاؤں۔

فطرت :۔ یاروں کے پہلو میں۔

ڈاکٹر :۔ افسوس! میں نے بڑی غلطی کی کہ جوان لڑکی کو گھر میں بٹھا یا جس کا یہ نتیجہ پایا پچھتایا بابا بہت پچھتایا۔ اے دنیا کے انسانو! عبرت پکڑو۔ میرے واقعہ پر غور کرو۔ جو شخص بالغ ہونے پر نا کتخدا لڑکی کی شادی نہ کرائے گا۔ وہ میری طرح نتیجہ پائے گا۔

جمعدار :۔ ڈاکٹر صاحب! آپ اتنا نہ گھبرائیے۔ ہم ابھی پتہ لگاتے ہیں نعیم خاں ان دونوں بدمعاشوں کو ان کے مکان پر لے چلو اور چل کر مکان کی تلاشی لو شاید کچھ نتیجہ نکلے۔

نعیم خاں :۔ بہت خوب! چلیے۔

جمعدار :۔ ڈاکٹر صاحب آپ بھی چلیے۔

ڈاکٹر :۔ چلو بھائی۔ (سب کا جانا) (سین ختم)

باب دوسرا سین پانچواں جیل خانہ

(جہاں آرا کا داخلہ)

فطرت :- ہرگز نہیں! میں نے تو صرف ڈنڈا چبایا فیر تو اس گنجے نے چبایا۔
جمعدار :- منیر خاں ان دونوں کی تلاشی لو شاید کچھ برآمد ہو۔
سپاہی منیر خاں :- بہت خوب! (تلاشی لینا)
حضور اس کے پاس تو صرف آدھا بسکٹ ہے۔
فطرت :- جی ہاں۔ آدھا تو میں نے کھالیا۔ آدھا صبح کے ناشتہ کے لئے رکھا ہے۔
جمعدار :- اچھا! دوسرے کی تلاشی لو۔ (تلاشی لینا)
نعیم خاں :- حضور اس کے پاس سے تو کوئی چیز برآمد نہیں ہوئی۔ صرف ایک عدد سر کے بال ہیں۔
جمعدار :- اچھا ادہر دیکھو ادہر دیکھو۔ شاید انھوں نے کہیں پھینک دیا ہو۔
نعیم خاں :- ادہر ادہر دیکھکر) حضور یہاں تو کسی چیز کا نشان تک نہیں۔
جمعدار :- اچھا تم دونوں تو ان شخصوں کو گرفتار کرو اور تم دونوں لاش کو اٹھاؤ۔
(لاش کو اٹھاتے وقت سب چوسے ٹکر کھانا)

سب کا کہنا :- ہیں! یہ مصنوعی لاش۔؟
جمعدار :- نعیم خاں یہ کیا واردات ہے۔؟
نعیم خاں :- جی ہاں! بڑے اچنبے کی بات ہے۔
ڈاکٹر :- ارے! پر میری روز کہاں ہے۔ روز! روز۔
لوائے :- حضور! مس صاحبہ کا تو شام سے پتہ نہیں ہے۔ آپ کیسے پکار رہے ہیں۔
ڈاکٹر :- ہیں شام سے نہیں ہے ارے تیرا ستیاناس جائے۔ تو نے مجھے خبر بھی نہیں کی نکل جاؤ۔ ایک دم میرے مکان سے نکل جا تو اور سب نکل جاؤ۔

گنجا:۔ اس کارروائی سے تو یہ مر جائے گی۔
فطرت:۔ ابے مر کیسے جائے گی بلکہ ڈنڈا پڑتے ہی راضی ہو جائے گی۔
گنجا:۔ بس تو یہ نیک کام تیرے ہی ہاتھ سے ہونا چاہیئے۔
فطرت:۔ بس تو تیرے ہی حکم کی دیر تھی۔ یہ لیجیئے (پاس جا کر) دیکھو میاں صاحب اب بھی مان جاؤ۔ اپنی بے مروتی سے باز آؤ اور ہم کو اپنے پہلو میں بٹھاؤ .... ہیں پھر دہی گونگی۔
گنجا:۔ ابے کیا سوچتا ہے ڈنڈا جما بھائی۔
فطرت:۔ اچھا تو لے میرے بھائی۔
(فطرت کا ڈنڈا جمانا۔ عظمت جو پتلی کے سر پر ایک ہاتھ رکھے گیا تھا اس میں سے آواز کا ہونا۔ ایک طرف سے پولیس کا نکلنا ایک طرف سے ڈاکٹر کا آنا)
بوائے وڈاکٹر:۔ ہیں! یہ دھڑاکا کیسا۔
جمعدار:۔ ہیں یہ آوازہ کیسا۔
فطرت:۔ بھاگو بیٹا عبدالرحمن یہ تو پورا ہو گیا طوفان۔
جمعدار:۔ یہ بے وقت فیر کس نے چلایا۔ منیر خاں دیکھو یہ دونوں شخص کوئی بدمعاش ہیں۔ بس ان ہی کو کر لو گرفتار
فطرت:۔ یا پیر الکاس۔ گنجا:۔ عشق نے کر دیا ستیاناس۔
ڈاکٹر:۔ ہیں یہ کیا روز کی لاش۔ ہائے میں لٹ گیا میں برباد ہو گیا یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں خدایا۔ جمعدار صاحب پکڑو ان ہی بدمعاشوں کو۔ انہیں دونوں نے میری بیٹی کو ٹھکانے لگایا۔

غیبی آواز:- نہیں نہیں میرا کرایہ جھکاؤ۔
ڈاکٹر:- (اندر سے) ویل! تم ایک دم نکل جاؤ۔
گاڑی والا:- نکل جاؤ کہاں نکل جاؤ یہ غصہ اپنے نوکروں کو دکھاؤ - لاؤ!
لاؤ! کرایہ لاؤ۔
ڈاکٹر:- (اندر سے) کرایہ لو اور جہنم میں جاؤ۔ (گانا)

مارو اس موذی کو نہ چھوڑو جیتا اس آن
ورنہ یہ مچائے گا شیطان طوفان چل او گیدی خر نہ ڈر بیخطر
چل چل مکار نابکار

گنجا:- بیٹا فطرت! محبت کے پردے میں قضا آگئی جلد کہیں چھپ جاؤ۔
فطرت:- بے شک چھپ جاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ڈاکٹر کلوروفارم سنگھا کر ڈالکی بیماری کا انجکشن کر دے۔
ڈاکٹر:- بدمعاش! اگر میرا بس چلے تو کمبختوں کو پولیس میں بھجوا دوں۔ گاڑی والے راستہ سے بے راستہ لے جاتے ہیں اور اوپر سے ڈبل کرایہ لینے کی ڈانٹ بتاتے ہیں ہوائے ہوائے یہ لوائے بے کمبخت کدھر گیا۔ (جانا اندر)
گنجا:- یار فطرت! شکر ہے یہ وبال تو سر سے ٹلا مگر اب یہ تو بتاؤ کہ شعر کہتے کہتے تو اپنی زبان تھک گئی مگر یہ ٹس سے مس بھی نہیں ہوئی۔ اب کیا تدبیر عمل میں لانا چاہیئے
فطرت:- بس خوشامد ہو چکی۔ اب چمارکے دیوکو چپل کی پوجا چاہیئے اس نے ہم دونوں کو بہت ستایا ہے بہت جلایا ہے اس کی کھوپڑی پر ایک ڈنڈا جمانا چاہیئے جب راہ راست پر آئے گی۔

گنجا:۔ بس تو آج مراد پوری ہونے والی ہے۔
فطرت:۔ پھر کیا دیر ہے۔ کھیلو کبڈی۔
گنجا:۔ بس بھائی تو ہی آگے جا۔ بندہ تو ہے اس کام میں پھسڈی سا۔
فطرت:۔ اچھا تو ہٹ جا ہٹ جا۔ بالکل ہی پیر نو ناچاری بس اس وقت تو ہی رکھ عزت ہماری
(مخاطب ہو کر) اے دلبروں کی جان لٹکے کی سی کو سرپی بلائی کے سے کان۔ ذرا آنکھ سے
آنکھ تو ملاؤ اس آن۔
یہ تمہارا عاشق نادان درد جگر سے ہے پریشان۔ میرے درد جگر کی خبر
ہی نہیں۔۔۔۔۔۔
ہیں اس قدر خاموشی لو بھائی ختم ہوئی ڈیوٹی ہماری اب ہے باری تمہاری۔

گنجا:۔ آپ کو ہم سے محبت ہو گئی ۔۔۔ حضرت دل کی عنایت ہو گئی
فطرت:۔ دل میں آتا ہے یہ رہ رہ کر خیال ۔۔۔ ہائے تم سے کیوں محبت ہو گئی
گنجا:۔ پوچھتے کیا ہو طلبگار ہیں کنکلے تیکے ۔۔۔ جان سے جی سے خریدار ہیں کنکلے تیکے
فطرت:۔ یہ بتا دیں ہمیں کیا یاد کرینگے گنجے ۔۔۔ طالب بوسہ رخسار ہیں کنکلے تیکے
گنجا:۔ وہ تمہی نے ہمیں چھاتی سے لگا رکھا ہے ۔۔۔ جن آنکھوں نے مرے دل کو چرا رکھا ہے

فطرت:۔ دیکھیے او گنجے شیطان۔ اب مجھے دل کی بھڑاس نکال لینے دے
سنئے جناب ۔۔۔
آپ کی فرقت میں بندہ رات بھر سویا نہیں ۔۔۔ لیکن اتنی بات تھی گا تار ہا رویا نہیں
میرے درد جگر کی خبر ہی نہیں۔۔۔۔۔ (ڈبل روٹی نکال کر)
لے قربان ساری شوق سے ناشتہ ۔۔۔ لیجیے میں نے تو منہ بھی ابھی دھویا نہیں

سب کو چکرم بنایا۔

روز:۔ ہیں تو کیا چپل کے لباس میں تم تھے۔؟

عظمت:۔ اور نہیں تو کون تھا۔ خیر پیاری اب تم کو میرے ساتھ جلد ہو جانا چاہیئے ورنہ ڈاکٹر آجائے تو بنا بنایا کام بگڑ جائے۔

روز:۔ پیارے! اس طرح تو سخت بدنامی ہے۔

عظمت:۔ نہیں نہیں بدنامی نہیں نیک نامی ہے۔ لو پہنو یہ مردانہ لباس یہ ڈاڑھی اور مونچھیں۔

روز:۔ تو کیا مجھے مرد بننا پڑے گا۔؟

عظمت:۔ زنانہ کو مردانہ اور مردانہ کو زنانہ بھیس میں بنانا تو ہے میرا کام۔

غائب چچو:۔ اوہو! آج معلوم ہوا کہ بلی بھچڑی کی کڑاھائی آپ ہی لوگوں کو کھلایا کرتی ہیں۔ (صندوق کھولنا)

عظمت:۔ دوست! تمہاری ڈیوٹی بھی ختم ہوئی۔ اب تم بھی بے قصور کی سولی پر سے اُتر پڑو اور اس پتلہ کو اپنی جگہ نصب کرو۔

روز:۔ ہیں! یہ تو بالکل میری تصویر ہے۔

عظمت:۔ ہاں! یہ تمہاری ہی شبیہ بدر منیر ہے ... چلو جلدی کرو۔

(پتلہ کو میز پر بٹھا کر چلے جانا) (آنا فطرت و گنجے کا)

فطرت:۔ میرے درد جگر کی خبر۔ - - - - - - -

گنجا:۔ یار فطرت۔ آج میدان تو خالی ہے۔

فطرت:۔ بے شک نہ کوئی لونڈا ہے نہ موالی ہے۔

(عظمت ملباس مرزا عشرت) آپنے جو راستہ میں مجھے سارا حال سنایا وہ اچھی طرح میری سمجھ میں آیا۔ بڑے نالائق! بڑے بدخصلت مجھے آپ سے شرمندہ کرایا۔ اجی آپ تو درگذار مہربان۔ میں بھی ہوں تقریباً ایک ماہ سے پریشان۔ آپ اطمینان فرمایئے۔ ایک کو نہیں دونوں کو معقول سزا دوں گا۔ بلکہ گھر سے ہی نکال دوں گا۔

ڈاکٹر:۔ تھینک یو۔ تھینک یو۔

عظمت:۔ اچھا اب مجھے اجازت دیجئے۔

ڈاکٹر:۔ گڈبائی۔ پیاری روز میں ایک مریض کو دیکھکر ابھی واپس آتا ہوں۔

روز:۔ توبہ۔ توبہ۔ خدا جانے والد کے دل میں یہ کیا سمائی کہ کسی کو سائی کسی کو بیاہی جب میں جوان ہوں شادی کے قابل ہوں تو پھر کیوں نہیں کر دیتے میری دہائی۔

گانا روز کا

آئی عشرت کی گھڑیاں کرو رنگ رلیاں ہر دم ہر پل ہو شادماں خنداں
اے جاناں میں بھی ہوں تیرا دلبر دل سے جان سے خریدار

(عظمت کا مع صندوق کے اور دو مزدوروں کے آنا)

عظمت:۔ چلو چلو یہ صندوق یہیں رکھ دو۔

روز:۔ پیارے عظمت بڑا غضب ہوا۔ بڑا ستم ہوا۔

عظمت:۔ کیوں کیوں کچھ خیر تو ہے۔

روز:۔ اجی خیر ہے یا خدا کا قہر ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے میرے فادر کے ہمراہ تمہارے چچا آسئے اور یہاں آنکر بڑے فضیحتے مچا گئے۔

عظمت:۔ پیاری روز تم بہت نادان ہو۔ نہ کوئی چچا آیا نہ بھتیجا آیا۔ وہ تو یاروں نے تمہیں

خطا والا معاملہ کہہ سنائیں گے۔ کچھ اس کا بھی تم کو خیال ہے۔

عظمت:۔ ہاں خیال ہے۔ ابھی چچا کے پاس تو وہ تب جائیں گے جب مرزا عظمت کے اڑنگے سے نکل جائیں گے تم بھی اپنے کیل کانٹے سے رہنا ہوشیار۔

روز:۔ اچھا جاؤ جلدی آنا دیر نہ لگانا۔

عظمت:۔ بھائی غچو! تمام کام ہوشیاری سے کرنا ذرا ست ڈرنا میں ابھی واپس آتا ہوں (جانا)

عابد غچو:۔ میرا فکر نہ کرو۔ تم جاؤ اپنا کام کرو۔

فطرت:۔ میرے درد جگر کی خبر ہی نہیں۔

روز:۔ او مائی گوڈ۔ ہو یز کرائنگ۔ یہ کون چلا رہا ہے۔؟

عابد غچو:۔ یہ بھی ہے ایک پنچھی شکاری آپ اندر چلیے۔ (عابد اور روز کا جانا)

(فطرت منہ کھینچے ہوئے) میرے درد جگر کی خبر ہی نہیں۔

کھچڑو (گنجا) ابے تیرے درد جگر کی ایسی کی تیسی۔ تیرے ہی درد جگر نے مجھے خوب پٹوایا ورنہ معشوق میرا ہو چکا تھا۔

فطرت:۔ ابے چل چل معشوقہ کا بچہ۔ معشوق تیرے باپ کے بھی ہوا تھا۔

(روز کا جھک کر معاملہ سننا عظمت کا اپنے چچا کے لباس میں ڈاکٹر کے ہمراہ آنا)

ڈاکٹر:۔ عظمت سے ہاں! شفاخانہ بند ہونیکے بعد میں آپ ہی کے مکان پر جا رہا تھا یہ بھی عجب اتفاق ہے کہ آپ سے راستہ ہی میں ملاقات ہو گئی۔

فطرت:۔ ابے کھچڑو یہ تو آ گئے میرے ابا جان۔

کھچڑو:۔ ابے تو جلد ہو یہاں سے دفعان۔ اگر دیکھ لیا تو میری طرح کھوپڑی ہو جائیگا صفاچٹ میدان۔ (رانڈ میں چھپ جانا)

روزنا۔ (اسٹیج کو دیکھنا)

یا خدا یہ میری آنکھیں کیا دکھا رہی ہیں۔ اہا! کیا میرا پیا اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہے۔ اہا! پیارے عظمت تم آ گئے اور مجھے خبر بھی نہیں کی ------ جواب ندارد۔

کچھ منہ سے تو بولو۔ دیکھو دیکھو زیادہ نہ ترساؤ۔ آؤ آؤ میرے گلے سے لگ جاؤ

عظمت۔ ہیں گلے لگ جاؤ۔ پیاری روزنا یہ کیا فرما رہی ہو میرے دوست کیسے گلے لگا رہی ہو

روزنا۔ یا خدا! یہ کیا راز، ایک صورت ایک انداز کیا تم میرے عظمت ہو۔ نہیں نہیں

کیا تم میرے عظمت ہو۔؟

عظمت۔ پیاری روزنا! ہوش میں آؤ۔ نہ گھبراؤ۔ میں تمہارا عظمت ہوں غور فرماؤ۔

روزنا۔ اچھا فرض کیجئے کہ آپ عظمت ہیں مگر یہ کون بدمعاش گھر میں گھس آیا ہے

جس نے آپ جیسا روپ بنا لیا ہے۔ میں تو اس سے خدا جانے کیا کیا

شرمناک گفتگو کر چکی۔

عظمت۔ نہیں نہیں پیاری اس کا کچھ ہرج نہیں ہے یہ نہ کوئی چور ہے نہ بدمعاش

ہے یہ میرا دلی دوست نجو ہے جو اس روز شادی کی درخواست لیکر آیا تھا۔

جس کو تمہارے باپ نے لڑکا یا تھا۔

روزنا۔ اچھا! یہ معاملہ یوں ہے۔ میں اپنی زندگی سے ہو گئی ہوں سخت بیزار اب یہ کہو

کہ آئندہ کے لئے تمنے کیا کیا ہے سوچ بچار۔

عظمت۔ پیاری روزنا نہ گھبراؤ۔ ابھی بائیسکوپ کے نئے نئے فلم دیکھنے جاؤ۔

روزنا۔ ہاں خوب یاد آیا۔ ساڑھے گیارہ بج چکے۔ اب شفاخانہ کے بند ہونے کا

تمہارے چچا کے پاس میرے فادر جائیں گے۔ اور

جسونت سنگھ:۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جو بادشاہ کاروبار سلطنت سے بے خبر اور لاپرواہ ہے اس کا خاندان ایک روز بول ہی تباہ و برباد ہوتا ہے اس لئے آپ جائیے اور بادشاہ سلامت کو میری طرف سے بعد آداب کے گوش گذار کر دیجئے کہ حضور ۔

آپ ہیں غفلت میں غفلت آپ پر اسوار ہے ۔ ہارہیں ہیں آپ۔ اور ذلت گلے کا ہار ہے

جاگئے کچھ اب بھی اور کچھ قدر قیمت کیجئے ۔ جسکے کل پرزے ہوں ڈھیلے وہ گھڑی بیکار ہے

باب دوسرا سین چوتھا مکان ڈاکٹر

گانا کومک (روز کا)

مٹا کر ہی رہیگی حسرت دل ہائے تو مجھکو ۔ ادھر فرقت کے صدمے ہیں ادھر رشک عدو مجھکو

یا خدا کیا کروں کہاں جاؤں کس کو اپنا حال دل سناؤں۔ یہ فادر سکے دل میں کیا بات سمائی کہ پیارے عظمت کی شادی کی درخواست سنکر جھٹ دہتا بتائی ۔ رجا ناما نیا پھر مجھ:۔ (پلیا میرے پنیلم) افسوس بیچاری کیسی عشق میں چکنا چور ہے مگر کیا کرے اپنے باپ سے مجبور ہے۔ بس میں تو یہی کہوں گا کہ یہ عورت وفاداری کے امتحان میں پاس ہے اب بندہ کی سنئے کہ بندہ عظمت کا دوست خاص ہے اور سچا دوست وہی ہے جو وقت پر کام آوے ۔ اس لئے عظمت نے مجھ پر بھروسہ کر کے یہ کام میرے سپرد کیا ہے کہ بجائے عظمت کے میں خود پنیلہ بن جاؤں۔ سارے سارے گھر کو الو بناؤں سارے سامنے سے کوئی آتا ہے۔ بیٹا مجنو اپنا کام شروع کرو۔ (مسز پیاسنجو پنیام)

جو دانا ہیں شہنشاہ صلح کی تحریر کے ٹکڑے
بنا کر ڈھال جمع کرتے ہیں تدبیر کے ٹکڑے
لڑائی میں جو عجلت کرتے ہیں اکثر یہ دیکھا ہے
قلم ہاتھ انکے اور ہو جاتے ہیں شمشیر کے ٹکڑے
دارا۔ جنگ میں نقشہ مقدر کا بدل جاتا ہے
کچھ نہ کچھ ارمان تو نکل جاتا ہے

جسونت سنگھ

جھوٹی امید پہ انسان جو مچل جاتا ہے
داؤ جاد وہیں ہر وقت جو چل جاتا ہے
رزم گاہ مٹی ہے جکنی یہ خبر ہے کس کو
پاؤں گڑ جاتا ہے یا پاؤں پھسل جاتا ہے

دارا۔ بازو پہ اپنے بھروسہ رکھنا ہے مردوں کا کام۔
جسونت سنگھ۔ بھائی سے بھائی کا لڑنا ہے یہ بیدردوں کا کام۔
دارا۔ بھائی ہو یا باپ جب الفت نہیں تو کچھ نہیں۔
جسونت سنگھ۔ تخت ہو یا تاج جب عزت نہیں تو کچھ نہیں۔

دارا۔ عزت ولو تیر کا جھگڑا ایسا بیکار ہے
سامنے دشمن ہے دشمن برسر پیکار ہے
لشکر و تیغ و سپر سے کر دو تم لیس آسے
خیر خواہوں کا یہی شیوہ یہی اطوار ہے
جسونت سنگھ۔ ہے سر تسلیم خم جب مرضی سرکار ہے
گفتگو کا اب نہ موقع اور نہ کچھ اصرار ہے
جب مصمم قتل و خون کا ہے ارادہ آپ کا
غم نہیں پروانہ شاہی مجھے درکار ہے

سعد اللہ۔ تیار ہے تیار ہے۔ تیار ہے۔
جہاں آرا۔ ٹھہرو! یہ حکم نامہ جعلی ہے۔ اس پر عمل کرنا بیکار ہے۔
جسونت سنگھ۔ شہزادی صاحبہ! یہ حکم نامہ جعلی نہیں ہو سکتا کیونکہ اس پر بادشاہ سلامت کی شاہی مہر موجود ہے۔
جہاں آرا۔ میں پھر کہتی ہوں کہ بادشاہ سلامت کو ان مکاروں کی کارروائی کی بالکل خبر نہیں۔

جسونت سنگھ۔ فرمایئے! کیوں یاد فرمایا ہے۔؟

دارا۔ آہ کون! مہارا جسونت سنگھ۔ باوش بخیر آؤ۔ میرے دوست مجھے تمہارا ہی انتظار تھا۔

جسونت سنگھ۔ فرمایئے! کیا حکم ہے۔؟

دارا۔ مجھے خبر ملی ہے کہ اورنگ زیب نے گجرات تک پہنچکر نربدا کی دہنی طرف قیام کیا ہے اور مرزا مراد کو دارالسلطنت دہلی پر حملہ کرنے کے لئے ابھار رہا ہے لہذا میں حکم دیتا ہوں کہ آپ اسی وقت اپنی باقاعدہ پچیس ہزار فوج کے ساتھ جلد روانہ ہو جائیں۔ اور اس کی روک تھام فرمائیں۔

جسونت سنگھ۔ کیا فرمایا صرف روک تھام۔؟

دارا۔ نہیں روک تھام کے ساتھ اس کی گوشمالی۔

جسونت سنگھ۔ گوشمالی تقریر سے یا شمشیر سے۔

دارا۔ سامنا تقریر سے اور فیصلہ شمشیر سے۔

جسونت سنگھ۔ میں نہایت ادب سے التجا کرتا ہوں کہ حضور کشت وخون کیلئے ذرا سوچ سمجھ کر حکم دیں کیونکہ ؎

کھیل یہ اچھا نہیں ہے خنجر و شمشیر کا
جان لیکر چھوڑتا ہے جنگ میں پھل تیر کا

فیصلہ اکثر بہادر کرتے ہیں تحریر سے
دشمن بے پیر کی تحریر کا تقدیر کا

دارا۔ جی نہیں! ؎

جس کا سر اونچا ہے جھوٹی منطق تقریر سے
زیر ہو سکتا نہیں مغرور دہ تحریر سے

سامنا تن کر جو دشمن کرتا ہے میدان میں
فیصلہ اس کا بہادر کرتے ہیں شمشیر سے

جسونت سنگھ۔ میرے حضور ؎

بلکہ ہمیشہ کھٹکتا رہوں گا ؂

گر پڑوں گا بن کے شعلہ آسمانی کی طرح
ٹھوکریں کھلواؤں گا در در کی اندھے کی طرح

جہاں آرا ؂ تو مجھے کیا ٹھوکریں کھلوائیگا انجام سوچ
خاک میں ملجائیگا تو ایک ذرہ کی طرح

دارا:۔ مگر دیکھنا کہ تیرا انجام کیا ہوتا ہے۔

جہاں آرا:۔ کیا تیرا کہنا میرا ؂

پائے اچھے پھل کرے جو کام نیک
کام کا اس کو ملے انجام نیک

گر نہیں مانیگا تو کہنا میرا
گدھ اور گیدڑ کھائیں گے لاشہ تیرا

دارا:۔ سعد اللہ خاں تم اس خط کو دیکھ چکے اور جہاں آرا کی تقریر سن چکے۔

سعد اللہ:۔ جی ہاں حضور سن چکا۔

دارا:۔ اب کہو کہ یہ راز ابا حضور سے کیونکر چھپائیں اور اورنگ زیب کو کس طرح نیچا دکھائیں۔

سعد اللہ:۔ حضور! جب اورنگ زیب ہماری خفیہ کارروائی سے آگاہ ہو چکا ہے تو یقین ہے کہ وہ کابل پر چڑھائی نہ کریگا۔ بلکہ مرزا مراد کو ابھار کر دارالسلطنت دہلی پر چڑھائی کریگا اس لئے مصلحت یہی ہے کہ آپ مہاراجہ جسونت سنگھ کو بلوا کر انہیں باقاعدہ افواج کے ساتھ اس کی روک تھام فرماؤ۔

دارا:۔ خوب رائے دی۔ اچھا جاؤ۔ سب سے پہلے ایک حکم نامہ پر شاہی مہر لگا کر بہت جلد جسونت سنگھ کے نام لکھ لاؤ۔ بس دیر نہ لگاؤ۔ ارے کوئی ہے۔؟

سپاہی:۔ جی حضور!

دارا:۔ بہت جلد جا اور مہاراجہ جسونت سنگھ کو بلا لا۔

(سپاہی کا جانا اور ہمراہ جسونت سنگھ کو لانا)

جہاں آرا:۔ نادان بھائی! میں دیکھ رہی ہوں کہ جس طرح ایک شیرخوار بچہ اپنے ماں باپ کے سامنے کوئی بھی عیب نہیں چھپا سکتا ہے اسی طرح تو بھی اپنی جہالت کے بل بوتے پر اترا رہا ہے اور اورنگ زیب تیری تمام خفیہ کارروائیوں سے آگاہ ہو چکا ہے ؎

ریاکاری سے تیرے مہر شاہی ہاتھ آئی ہے
حکومت کے نشے میں موت تیرے سر پہ چھائی ہے

دارا:۔ بیوقوف! میں نے اُس کو ایسی جگہ بھیجا ہے کہ وہ پھر لوٹ کر نہیں آ سکتا۔

جہاں آرا:۔ نہیں آ سکتا۔؟ اچھا یہ خط تو پڑھئے۔

دارا:۔ ہیں! یہ تو وہی خط ہے جو میں نے امیر کابل کے پاس بھیجا تھا او خدا کیا میرا سفیر بھی اورنگ زیب کا طرفدار ہو گیا۔

جہاں آرا:۔ طرفدار کیسا۔ وہ تو موت کا شکار ہو گیا فی النار ہو گیا۔

دارا:۔ میں سمجھا۔ اس لئے کہ تو اورنگ زیب کی طرفدار بن گئی۔

جہاں آرا:۔ طرفدار کیوں نہ بنوں کیا میں اس کی ہمشیرہ نہیں۔

دارا:۔ تو اس کی ہمشیرہ ہے۔ میں تیرا برادر نہیں۔

جہاں آرا:۔ ہرگز نہیں۔ تو اس کے برابر ہو نہیں سکتا۔ تو میرا برادر ہو نہیں سکتا۔

دارا:۔ آخر سبب۔؟

جہاں آرا ؎

وہ مسلمان ہے اسلام کا ہے شیدائی
اس لئے فخر ہے مجھکو کہ ہے میرا بھائی
تجھ کو کس منہ سے کہوں میں کہ برادر ہے میرا
نہ تو ہندو نہ مسلمان نہ ہے عیسائی

دارا:۔ بس بس زبان بند کر زیادہ نہ بک۔

جہاں آرا:۔ تو بھی میرے سامنے سے دور ہو میری آنکھوں میں تنکے کی طرح نہ کھٹک

دارا:۔ جب میں تیری آنکھوں میں تنکے کی طرح کھٹک چکا تو آسانی سے نہ نکلوں گا۔

ہے خدا ہی نگہباں اُسکے جسم و جان کا　　　بال بیکا ہو نہیں سکتا اعظم خان کا

دارا۔ کیا کہا بال بیکا ہو نہیں سکتا اعظم خاں کا۔؟

جہاں آرا۔ ہاں ہاں! بال بیکا ہو نہیں سکتا اعظم خاں کا۔

دارا۔ آخر یہ کیا انقلاب! کیا اُلٹا حساب۔

جہاں آرا۔ یہ انقلاب نہیں سچائی کا آغاز ہے۔

دفتر میں زندگی کے اکثر حساب اُلٹا　　　گر صبح کو ہے سیدھا تو شام کو ہے اُلٹا

دارا۔ میری پیاری بہن تجھے کیا ہو گیا ہے میری جان میدان خالی ہے اعظم خاں تن تنہا ہے۔ اورنگ زیب موت کی سند لے کر بلخ کی لڑائی کو گیا ہے دشمن سے بدلہ لینے کا اچھا موقع ہے۔

وہ واپس آ نہیں سکتا ہے میرا دشمن جانی　　　مقدر میں ہے اورنگ زیب کے اب خانہ ویرانی

نہ دے مہلت تو اعظم خاں کی بس پھوڑا ہے کہیں　　　نہ کر کچھ خوف ہے قبضہ میں میرے مہر سلطانی

جہاں آرا

یہ مانا میں نے ہے قبضہ میں تیرے مہر سلطانی　　　بجا قسمت میں اورنگ زیب کے ہے خانہ ویرانی

مگر تیلا مجھے خلق کو دکھلا کے سحر اچھا　　　پلائے گا کہاں تک تو ملا کر دودھ میں پانی

دارا۔ اچھا بہن! میں دیکھتا ہوں اور جب تک میرے قبضہ میں مہر سلطانی ہے میں حکومت کے زور سے پانی کو دودھ اور دودھ کو پانی کر دکھاؤں گا۔ اور اپنے دشمنوں کو ضرور رلاؤں گا۔

جو میرے حکم کی تعمیل میں غفلت دکھائیگا　　　وہ زنبور آب کے پہچان کی مہلت نہ پائیگا

ہوا میں سانس نافرمانوں کو لینے نہ دونگا میں　　　وہ دم بھر کی ہوس میں زیست کی فرصت نہ پائیگا

جہاں آرا۔ کیا کہا میں کچھ نہیں کر سکتی۔ آخر وہ کیا بات ہے؟ بے قسم کھاتی ہوں کہ
جب تک تیرا دکھ دور نہ کروں گی کبھی بستر راحت پر آرام نہیں کروں گی۔
حمیدہ بانو۔ بانو صاحبہ! مجھے دولت نہیں چاہیئے دنیا کی حکومت نہیں چاہیئے صرف
اپنے قصور کی تلافی اور اعظم خاں کے گناہوں کی معافی۔
جہاں آرا۔ کیوں! وہ تیرا کون ہے۔ تیرا سگا یا برادر۔؟
حمیدہ بانو۔ جی نہیں! میرا منگیتر۔
جہاں آرا۔ کیا کہا منگیتر۔؟
حمیدہ بانو۔ جی ہاں۔!
جہاں آرا۔ مگر تو جانتی ہے کہ اس نے کیا قصور کیا ہے۔؟
حمیدہ بانو۔ حضور۔! میں صرف یہ جانتی ہوں کہ وہ بے گناہ ہے۔
جہاں آرا۔ اور گنہگار۔؟ حمیدہ بانو۔ اصل میں یہ خادمہ۔
جہاں آرا۔ کیا وہ باغ میں تیری اجازت سے آیا تھا۔؟
حمیدہ بانو۔ جی ہاں! اس وفادار جاں نثار کو سانپ کا کھیل دکھانے کیلئے میں نے ہی بلایا تھا
جہاں آرا۔ اری نادان! تو نے یہ راز اب تک کیوں چھپایا اور مجھکو بیوقوف
کیوں بنایا۔؟ ؎
تو اگر آگاہ کر دیتی مجھے اس راز سے میں رہا کر دیتی اس کو رحم کی آواز سے
خیر اب غم نہ کر میں وعدہ کر چکی ہوں اور قسم کھا چکی ہوں تو میں اس کو ضرور
بچاؤں گی۔ گو اس کام میں میری جان کا اندیشہ ہے۔
مگر پرواہ نہیں ؎

باب دوسرا سین تیسرا خوابگاہ جہاں آرا

(سہیلیاں راگ گاتا سہیلیوں کا) حمیدہ بانو

پیاری ہم واری جیا نہ جلاؤ۔ ہم بلہاری دل نہ دکھاؤ دھیر دھیر و غم کھاؤ۔ دھیر من کیسے پاپے رے۔ جان بن جان بھی جائے۔ یہ غم دشمن بھی نہ پائے رے۔ لگن برہا کی جلائے رے۔ پیاری تیرے سب دکھ ٹالے مولا۔ پیاری ہم واری جیا نہ جلاؤ۔

سہیلی نمبرا:۔ صبر کر پیاری حمیدہ بانو صبر کر ؎

صبر اچھی چیز ہے صابر کو ملتا ہے ثمر
تو ہے عاقل، صابرہ بن، آہ و واویلا نہ کر

حمیدہ بانو:۔ پیاری بہنو! میں کس طرح صبر کروں دل پر جبر کروں ؎

صدمۂ غضب کا دل پہ ہے کیا کروں میں صبر
صدمہ یہ جب ہے صبر شکن کیا کروں میں صبر

جوانی کا پھول جب نہیں الفت کے باغ میں
ہے خوار زندگی کا چمن کیا کروں میں صبر

جہاں آرا:۔ ہیں! یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں ؎

رو رہی ہیں سب کی سب مجھکو خبر کچھ بھی نہیں
ان کی آہوں کا مرے دل پر اثر کچھ بھی نہیں

میری پیاری حمیدہ ؎

تو سوگوار کس کی ہے۔ ماتم یہ کس کا ہے
مجھ کو بتا دے دل میں ترے غم یہ کس

حمیدہ بانو:۔ بانو صاحبہ ؎

مت پوچھو میرا حال مجھے رونے دیجئے
صدموں میں میرے آپ کچھ حصہ لے نہیں سکتی

ایسی مریض ہوں کہ میں اب بچ نہیں سکتی
میرے مرض کی آپ کوئی دوا کر نہیں سکتی

جانا بیٹا یہ سب کچھ میں نے جانا۔

عظمت:۔ ڈیر روز! بہتر ہے کہ اس موم کے کھلونے کو روپے کی آنچ سے پگھلاؤ میں اپنے سیونگ بینک میں سے روپیہ نکالتا ہوں تم اندر سے لاؤ بھائی بھائی!

لوائے:۔ کیا ہے بے فضائی۔ کیا پھر ڈنڈا جمانے کی ٹھہرائی۔؟

عظمت:۔ بھائی اسوقت ہماری عزت و آبرو کا تو ہی مختار ہے۔ ہماری عزت بچانا تیرے اختیار ہے۔ لے یہ پان کھانے کا نذرانہ۔

روز:۔ دیکھو لوائے! میں ہمیشہ تمہاری عیوض فادر سے لڑتی جھگڑتی رہی مگر کسی موقعہ پر تم تک آنچ نہ آنے دی۔ تمہاری نمک حلالی اسی میں ہے کہ اس راز کو ہمیشہ کیلئے دل کے صندوق میں ہی بند رکھو اور اس کے صلہ میں اس قیمتی ہار کو اپنی پاکٹ میں رکھو۔

لوائے:۔ کیوں بھائی لے لوں ..... ہاں لالچ بھی کیا بری بلا ہوتی ہے انکار کرتا ہوں تو رقم ہاتھ سے جاتی ہے کیا کروں اس رقم کو دیکھکر تو طبیعت پھسلی جاتی ہے خیر جی بلنے دو اپنا کام ہمیں تو اپنے حلوے مانڈے سے ہے کام۔ اچھا بھائی سلام۔ مزے اڑاؤ مدام۔

روز:۔ شکر ہے ..... پیارے عظمت! دیکھو تو میرا دل مارے خوف کے کیسا دھڑک رہا ہے۔

عظمت:۔ پیاری! تم مت گھبراؤ۔ ذرا اپنے گورے گورے گالوں کا بوسہ تو دلواؤ۔

گانا

تورے کارے نینواں بھر جادو بھرے۔ کیسے بانکے رسیلے نرالے۔ تورے کارے
ظاہرا پیار کرے اور پھر وار کرے۔ ان اداؤں پہ نثار سب جیا کا ہے پیار
اب تہ تڑپاؤ جیا نہ للچاؤ

کیونکر اب اس نگہ ناز سے جینا ہوگا ۔ زہر سے اس پہ تا کیا کہ پینا ہوگا۔ تورے

عظمت کا روز کو اشارہ سے ٹال دینا)

خط کا مضمون۔ ڈیر برتسلیم! مجھکو اپنی فرزندی میں قبول کیا جائے
در مرزا عشرت سودیشی کمپنی کے مالک سے جو میرے حقیقی چچا ہیں وہ جائداد
منقولہ و غیر منقولہ جو میرے والد مرزا لائق۔ مرتے وقت میرے نابالغ ہونیکی وجہ سے
انکے سپرد کر گئے تھے اس پر قبضہ دلایا جاوے کیونکہ خدا کے فضل سے میں اب جوان ہوں
مرسلہ مرزا عظمت ولد مرزا لائق از سودیشی کمپنی۔

اوہوں چہ خوش چرا نہ بودی کا چھیپر یہ بھینس کو دی۔ شادی اور وہ بھی
میری روز سے۔ چھوٹے ناؤل سینس۔ (رقعہ چاک کر ڈالنا)

ایک اٹھچو بنا نیوالا لکھا اور میری بیٹی کا خواستگار۔ آبلے اے سُننے یہ
جاؤ اور ایکدم جاؤ اور اس گدھے کے بچے سے کہدو کہ تجھ سے خچر کو
طویلہ میں نہیں باندھ سکتا۔ (دغا پر غچو کا جانا)

بس اب میں سیدھا سودیشی کمپنی میں جاؤنگا۔ اور مرزا عشرت کو یہ سب
سُناونگا اور رقعہ دکھاؤنگا غرض نہایت ذلیل کر کے آؤنگا
چچا بھتیجے دونوں کو ٹھیک کر کے آؤنگا۔ (جانا)

روزا۔ پیارے عظمت تمنے سُنا اباجان کا بیان یہ تو ہماری تمہاری جدائی کا ہی سامان
عظمت۔ ڈیر روزا یہ تو کچھ بھی نہیں ہے گھوٹالہ تم فضول کرتی ہو آہ و نالہ۔
اولسٹے۔ ہیں یہ کیا دال میں کالا۔ یہاں تو مضمون ہی ہے نرالا۔
روزا۔ کون بوا سٹے۔ ذلت، رسوائی۔
۔۔۔ اُ ابتلے کی مجلس میں پرائے مکان میں آنا اور بے قصور سر پر ڈنڈا

روزا۔ ہیں! یہ کون موالی ہے۔
لہجیرطوا۔ اے پیاری آج تو گلا دو دال ہماری۔
ڈاکٹر۔ ابوائے سے اندر وہل! اب تو تم کو آرام ہے۔
روزا۔ ہیں! یہ تو میرے فادر کی آواز ہے (روزا کا بھاگ جانا۔ پتلے کا اپنی جگہ جانا)
ڈاکٹر۔ ہیلو آپ نے کیسے تکلیف اٹھائی۔
گنجا کھچڑوا۔ باپ رے یہ بلا کہاں سے آئی۔ اب اس کا کیا جواب دوں ہاں کوئی نیا فقرہ گھڑ دوں ڈاکٹر صاحب میری پسلی میں درد ہے۔
ڈاکٹر۔ جی ہاں کیا تعجب ہے کیونکہ آج ذرا ہوا سرد ہے۔
گنجا کھچڑوا۔ پھر کوئی دوا مرحمت فرمایئے۔
ڈاکٹر۔ بس آپ پلسٹر لگوا لیجئے۔ بیٹھ جایئے۔ (عظمت کا وِگ اُتار لینا) ہیں یہ کیا تم گنجیا! تمہارا بال کدھر گیا۔ او ہو سمجھا سمجھا تم نے یہ مصنوعی بک لگائی ہے جب ہی ہمارے اسٹیچو نے گرائی ہے۔
اب میں تم کو نکال دیتا ہوں اور اس کی کھوپڑی سہلواتا ہوں۔
(عظمت کا سب کو مار کر بھگانا۔ گنجے کا بھاگ جانا۔ اسٹیچو کا اپنی جگہ مار کر چلا جانا)
ڈاکٹر۔ بدمعاش پاجی لچا شیطان کیا سمجھا تھا اپنے باوا جان کا مکان۔
غازیپھر غچو۔ کیا ڈاکٹر جمشید خاں آپ ہی کا نام ہے۔
ڈاکٹر۔ ہاں ہاں میرا ہی نام ہے۔
غازیپھر غچو۔ جی ایک شخص کا پیام ہے لیجئے۔ (ڈاکٹر کا چشمہ لگا کر خط پڑھنا)

واہ واہ، واہ رے پتلے۔ تو پتلا تیرا باپ پتلا۔ روز بٹھر میاں اس کے منہ
میں کچھ روپیہ ڈالدوں۔ (روپیہ ڈالنا)
او ہو ہو ہوا یا ہیر عجائب روپیہ غائب۔
اچھا اپنے مکان کی لائٹ گل کرو اور اس کی پیٹھ دباؤ (پیٹھ دبانا)
فائن لائٹ۔ فائن لائٹ۔
اچھا ایک چمٹی لاؤ اور اس کی انگلی سے ہٹ کر کے کلائی دباؤ۔
(کلائی دبانا)
روزا۔ فادر ذرا صبر کیجیے نمبر ۳ کو صرف چند منٹ کے لئے رہنے دیجئے
ہوائے ہوائے ہوائے لیس سر!
روز۔ تم یہاں کھڑے ہو جاؤ۔۔۔۔ اب ہدایت نمبر ۳ بتاؤ۔
ڈاکٹر۔ بس تو اس کا ہاتھ دباؤ۔ روز۔ لیجیے!
ہوائے:۔ ہائے ڈاکٹر مر گیا۔
ڈاکٹر۔ او مائی گاڈ اوپل تمہارا سر چھوٹ گیا۔ بڑا ہنسی کا بات ہے۔ بڑا ہنسی کا بات
ہے او خوا خون بھی چلنے لگ گیا۔ چلو اندر ہم ایڈ فارم لگائے گا۔ روز تم
بہت ہشیار ہے اگر تم بیٹے کو مارتا تو یہ وبال ہمارے سر پر آتا۔
بجائے اس کے ہم اپنے ایڈ فارم لگاتا۔ (جانا)
عظمت:۔ پیاری! سچ کہنا کیسی ترکیب نکالی ہے۔
روز:۔ بے شک! دنیا سے نرالی ہے۔
گنجا:۔ دیکھو ہوشیار رہے۔ آج میدان خالی ہے۔

ڈاکٹر:۔ ویل دوا لگاؤ۔ ہیں وہ مریض کدھر نکل گیا۔ زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا۔
ذلیل کتے ناکارہ دربدر پھرتے ہیں آوارہ۔
روز:۔ لیجئے سوڈا برف۔ فادر تم نے ملاحظہ فرمایا ہو یہ مین دس۔ یہ وہی اسٹیچو ہے
بنیشتر جس کا میں نے آپ سے ذکر کیا تھا۔
ڈاکٹر:۔ اخاہ اسٹیچو آگیا بیٹی روز دکھاؤ تو اس کے کمال۔
روز:۔ لیجئے پرچہ استعمال (مضمون پرچہ)
دی سودیشی غفلت کمپنی آف انڈیا۔ ہدایت ضروری!
خبردار اس کی مشینری کو ہشیاری سے ہاتھ لگانا اور اس پرچہ کے مطابق کام کرنا۔
(ڈاکٹر کا پڑھنا)
نمبر ۱:۔ جو کوئی اس کے کان کو ہاتھ لگائے گا تو فوراً اس کا منھ کھل جائے گا
جو سیونگ بینک کا کام دے گا۔
ویری نائس! ویری نائس۔
نمبر ۲:۔ جو کوئی اس کی پیٹھ کو دبائیگا تو فوراً اندھیرے کا اجالا ہو جائے گا
ویری فائن۔ ویری فائن۔
نمبر ۳:۔ جو کوئی اس کے ہاتھ میں لکڑی دیکر اس کے ہاتھ کو دبائے گا تو یہ چوکیدار
کا کام دے گا یعنی حریف کو بھگائے گا۔
ویری گڈ۔ ویری گڈ۔
(ظاہرہ) خوب خوب! اس پتلہ میں تو بڑی بڑی کرامات ہیں۔ بیٹی روز ذرا ان کا
امتحان تو لو۔ جاؤ پہلے کان کو ہاتھ لگاؤ۔ (ہاتھ لگانا روز کا

خاص بات تحریر کی ہے۔

مضمون خط

خط نمبر۲:۔ ڈیر عظمت جلد آؤ زیادہ مت تڑپاؤ۔ تمہارے فراق میں دل بیقرار ہے۔ تازہ معاملہ یہ ہے کہ تمہارے پاگل بھائی کو میں نے یہاں سے کردیا فرار ہے۔ رقیمہ نیاز تمہاری دلنواز مس روز۔۔۔۔

بے شک! یہ میری غلطی ہے جو وقت پہ نہیں پہنچ سکا۔

(منہ پھیر کر کھڑے رہنا)

روز:۔ مائی فادر ہیز از سوڈن اینڈ اٹیکس۔

عظمت:۔ ہیں فادر کون فادر۔ فادر ہو گا تمہارا ڈاکٹر۔

روز:۔ سادمائی گوڈ مائی ڈیر عظمت۔ وا جی واہ تم نے اچھی دیر لگائی۔ یور ٹو لیٹ۔

عظمت:۔ پیاری روز اب مجھے آنے میں کب انکار تھا۔ یہ کم بخت ڈریس تیار نہ تھا تمہارا مجرم یہ ڈریس ہے اسی سے باز پرس کیجئے۔ بعد فیصلہ اسی کو سزا دیجئے۔

ڈاکٹر:۔ (اندر سے) لوسی لوسی میں مریض کو دوا پلانے کمرے میں جاتا ہوں۔ تم جلد گرم پانی لے کر آؤ۔

روز:۔ پیارے عظمت! میرے فادر آرہے ہیں تم کہیں چھپ جاؤ۔

عظمت:۔ مت گھبراؤ پہلے تم اس جبے کو کہیں چھپاؤ۔ اور یہ ایک کاغذ بھی میں تم کو دیتا ہوں۔ تم اس کاغذ کو اپنے والد کو دے دینا۔

روز:۔ گوانیڈ ٹیکن یور ورک۔ اچھا جاؤ اپنا کام شروع کرو۔

(عظمت کا اسٹیج بنانا)

ڈاکٹر:۔ اچھا ہم تمہارے درد کی دوا لاتا ہے۔ (جانا)
فطرت:۔ کسی کو میرے درد جگر کی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
عظمت:۔ ملیاس پتلا اوپر جیا اللہ! تیرا ستیاناس، یہ کیا کرتا ہے خناس۔ یہ
مردود کہاں سے ہوگیا موجود۔ اب اس کو جلد کرنا چاہیئے یہاں سے نابود
ابے ابے مردود تو یہاں کیسے آیا۔ ؟
فطرت:۔ ابے او تو یہاں کیوں کر آیا۔ ؟
عظمت:۔ میں تو یہاں بل کا روپیہ وصول کرنے آیا۔
فطرت:۔ تو میرا اپنی معشوقہ سے شادی کرنے آیا۔ عظمت:۔ کون معشوقہ۔
فطرت:۔ نہیں ہماری۔ چولہے کی منڈیا تمہاری والی۔
عظمت:۔ چل نکل یہاں سے موالی۔
فطرت:۔ دیکھ خبردار اب کے مت دینا گالی۔ عظمت:۔ نہیں تو کیا ہوگا۔
فطرت:۔ بس ٹانگیں اوپر ہوں گی اور سر نیچے ہوگا۔
عظمت:۔ کیوں بٹیا یہ بات! اس دن کی بھول گئے واردات۔
فطرت:۔ ابے کچھ کہے گا بھی کون سی بات۔ ؟
عظمت:۔ وہی جوتی اور لات۔ فطرت:۔ ہاں یاد ہے میرے باپ کے باپ
عظمت:۔ دیکھو میں تم سے کہتا ہوں کہ آئندہ پھر کبھی نہ آنا ورنہ دیکھنا
پڑے گا تم کو پاگل خانہ۔
فطرت:۔ ارے اچھا پاگل خانہ نہ ہوا روانہ میرے درد جگر کی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (جانا)
عظمت:۔ ہاں خوب یاد آیا۔ پیاری روز کا دوسرا خط تو پڑھوں۔ ممکن ہے کوئی

اور پہلے اسٹیچو کو واپس کر دیا۔ غالباً آج ضرور تیار ہو کر آجاوے گا۔
ڈاکٹر۔ تم نے بہت اچھا کیا۔ لوآ روبری کلیور۔ دل لو بزنگ کول ڈرنک فوری ام
کیا تم سوڈا اور برف میرے لئے لا سکتی ہو۔
روزا۔ اُدہ یس! ضرور ضرور۔
فطرت:۔ میرے درد جگر کی............
ڈاکٹر۔ چھٹ چھٹ ناؤن سین۔ یہ کون گیدڑ کے موافق چلاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے
کہ کوئی پاگل مریض آتا ہے۔
فطرت:۔ ارے خبری نہیں کچھ اثر ہی نہیں۔ میرے درد جگر............
ڈاکٹر۔ توبہ توبہ! ایک تو نوکروں کی بک بک دوسرے مریضوں کی جھک جھک بھر بڑی دیر آ
کر یاد شوار ہے بس معلوم ہو گیا کہ گھر تو در کنار یہ کمبخت مریض قبر تک پیچھا نہ چھوڑیں گے
تنگ آیا یا واتنگ آیا ایسی زندگی اور ایسی ڈاکٹری سے تنگ آیا۔
فطرت:۔ میرے درد جگر کی............
ڈاکٹر۔ ایلے ایلا شور و پکار ہے۔ تم کیا بیمار ہے............
فطرت:۔ میرے درد جگر کی............
ڈاکٹر۔ ایلے ایلے لیور کے درد کے بچے۔ ہم پوچھتا ہے تم کو کیا مرض ہے۔؟
وہاٹ از ہیپن ٹو یو۔
فطرت:۔ میرے درد جگر کی............ آداب عرض ہے آداب عرض ہے میرے درد جگر کی..
ڈاکٹر۔ ایلے ایلے آداب عرض کا بچہ کیا تمہارے سر میں درد ہے۔؟
فطرت:۔ او نو، میرے درد جگر کی............

روزا۔ خدایا یہ بیٹھے بٹھائے کیا میرے دل میں سمایا کہ اچھی بھلی جان کو آفت میں پھنسایا۔
افسوس دل بھی آیا تو ایسے پر آیا کہ جس کو اتنا بھی نہیں معلوم کہ کوئی میری فرقت میں
بیقرار ہے کیا میرا خط ڈیر عظمت سنے نہیں پایا جواب تک جواب نہیں آیا خیر صرف دس
منٹ اور انتظار کرتی ہوں۔ اگر اس پر بھی جواب نہ آیا تو دوسرا خط لکھتی ہوں۔

ڈاکٹر:۔ بیوقوف۔ پاجی۔ نالائق۔ خچر کے موافق۔ خدا جانے کونسے طویلے میں بندھے ہیں جن کو
ملازمت کرنے کی بھی تمیز نہیں۔ آ گئے نوکری کرنے۔ ہلاؤ نہ جلاؤ بیٹھے بٹھائے
کھلاؤ۔ ٹنگچر ایوڈین منگواؤ تو کلوروفارم لاتے ہیں کیمفر منگواؤ تو لوشن لے آتے
ہیں غرض کہ ایسی ہی ایسی باتوں سے دل جلاتے ہیں۔ (بیٹھنا)

روزا۔ (سائڈ میں) خدا خیر کرے۔ فادر کا بھیجا تو آج الیسٹ سے ولیسٹ کی طرف
پھرا معلوم ہوتا ہے۔
کیوں کیوں مائی فادر خیر تو ہے۔ آج آپ کی حالت غصہ سے کیوں غیر ہے
آر یو ویل ٹوڈے۔

ڈاکٹر:۔ کچھ نہیں۔ ان کمبخت نوکروں کی نمک حرامی کا خیال ہے اسی سے جلال ہے
(ٹوپی رکھتے جانا) نو نوٹ ایٹ اول۔
روزا۔ وہ تمہارا اسٹیچو کہاں گیا۔؟

روزا۔ ہاں فادر خوب یاد دلایا میں آپ سے یہ کہنا تو بھول ہی گئی کہ جب اسٹیچو والا
سوداگر بل لایا تھا تو اس نے مجھ سے کہا تھا کہ ایک نئی قسم کا اسٹیچو میں نے
تیار کیا ہے۔ جو زندہ انسان کی طرح بڑے بڑے کام کرتا ہے۔ اس
لئے میں نے ایک عجوبہ چیز خیال کر کے فوراً اس کو آرڈر دے دیا

دارا:۔ دلیر خاں۔ دلیر خاں:۔ سرکار!

دارا:۔ دیکھو! اس حکم نامہ پر کس کی مہر ہے۔؟

دلیر خاں:۔ حضور اس پر تو قبلہ عالم کے نام کی مہر ہے۔

دارا:۔ ہاں! یہ ابا حضور کے نام کی مہر ہے لہذا جس طرح تم ہماری طرف سے مثنوی جنگ کی خبر ابا حضور کو پہنچا چکے ہو اسی طرح ابا حضور کی طرف سے اس حکم نامہ کو قبل اس کے کہ اورنگ زیب کابل کی سرحد میں پہونچے امیر کابل کے پاس حفاظت سے پہونچا دو اور بعد سلام کے کہدو کہ۔

اورنگ زیب دشمن جانی ہے ہمارا دہلی کی شکل دیکھنے نہ پائے دوبارہ

دلیر خاں:۔ بہت خوب سر پر آرا۔

دارا:۔ دوبارہ

یقین کامل ہے اب دشمن اجل کی زد میں پہنچے گا ذرا سے موت کا بدلہ ہمارے نام سے لے گا
زمین ہند سے نابود ہوگی ہستی دشمن کی کفن ہی کی ضرورت ہوگی اسکو اور نہ مدفن کی

باب دوسرا سین دوسرا ڈاکٹر کا مکان

کومک

اگم ناروزکا:۔ میری اٹھتی جوانی پہ رنگ آیا
اس کو رکھوں میں کیسے سنبھال کے
جیا جائے من بھائے پیا توری آہو سی چشموں نے دل کو کیا ہے زخمی
میری اٹھتی جوانی

جہاں آرا:۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔

گانا جہاں آرا

ابا کے سر کی قسم ہر گز نہ مانونگی میں جب تک آنکھوں سے بدلہ نہ لیلونگی میں
اورنگ زیب حمایتی خادم کا اسکے غرور کو توڑدوں گی میں

گانا وسہیلیوں کا:۔ سیاں دل لے گیو یار ٹوٹے ہیں

زر دوزی کا بٹوہ ریشم کے ڈورے میں کیسے کھولوں یار میرا دل ٹوٹے ہیں
ٹونک کا بٹوہ چندوسی کی چھالی میں کیسے کتروں یار میرا دل ٹوٹے ہیں
سونے کی تھالی میں بھوجن پروسا میں کیسے کھاؤں یار میرا دل ٹوٹے ہیں
سونے کا گڑوا گنگا جل پانی میں کیسے پیوں یار میرا دل ٹوٹے ہیں

سپاہی:۔ حضور قبلہ عالم در دولت پر ایک سفیر آیا ہے اور باریابی کی اجازت چاہتا ہے
شاہجہاں:۔ اچھا حاضر کرو۔ سپاہی:۔ بہت خوب!
دلیر خاں:۔ حضور قبلۂ عالم کی خدمت میں غلام آداب بجا لاتا ہے۔
شاہجہاں:۔ تمہارا نام۔؟
دلیر خاں:۔ غلام کو دلیر خان کہتے ہیں۔
شاہجہاں:۔ کہاں سے آئے ہو اور کیا پیغام لائے ہو۔؟
دلیر خاں:۔ حضور میں جلال آباد سے آیا ہوں اور امیر صاحب کا پیغام لایا ہوں کہ شاہ بلخ جنگ پر آمادہ ہے صرف آمادہ ہی نہیں بلکہ سرحدی موریچوں پر قبضہ کر چکا ہے اور شاہی فوج کو پسپا کر کے اب عنقریب کابل پر حملہ کیا چاہتا ہے۔
شاہجہاں:۔ کیا اس شغال صورت کو اس قدر جرأت ہوگئی کہ وہ ہماری فوج کو

لگاؤ آگ دو تو نہیں مجھے بھی دیکھنا یہ ہے — لگا کر آگ کن ہاتھوں سے کیسے اسکو بجھاتے ہو

دارا :۔ نادان! جو شخص آگ لگانا جانتا ہے وہ بجھانا بھی جانتا ہے۔

اورنگ زیب :۔ دیکھو بھائی صاحب اگر تم آگ لگانے سے باز نہ آؤگے تو بہت پچھتاؤگے۔

کشتی تمہارے ظلم کی کبھی پار نہ ہوگی — حق پر ہوں میں اور مجھکو ... پار نہ ہوگی

دارا :۔ دیکھا جائے گا۔ دیکھا جائے گا۔ دیکھا جائے گا۔

اورنگ زیب :۔ ضرور دیکھنا۔ ضرور دیکھنا۔ ضرور دیکھنا۔ (دونوں کا جانا)

شاہجہاں :۔ بیٹی جہاں آرا! کیا تو ان آنکھوں سے یہ خونی نظارہ دیکھکر بھی اپنی ہٹ سے باز نہ آئیگی۔ ایک ادنیٰ سپاہی کیلئے شہزادے کی قیمتی آنکھیں گنوا دے گی

ہزاروں عورتوں کو بیوہ اور لاکھوں بچوں کو یتیم بنائے گی ؎

لڑیں گے جب یہ آپس میں کریں گے جب سپر سینہ تو ہزاروں ہوں گے نابینا

ہاکراں کی ہستی کو سوا تیرا نہ کم کینہ تو پھر بیکار ہے جینا

جہاں آرا :۔ اباجان دنیا میں دو خدا ہیں۔ ایک تو وہ جو حاضر و ناظر ہے دوسرا وہ جو پوشیدہ ہے جب میں آپکی عدالت میں اپنے پردہ کی توہین کا مقدمہ پیش کر چکی ہوں اور اپنا بدلہ لینے کی سب کے سامنے قسم کھا چکی ہوں تو کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اپنا عہد و پیمان توڑ دوں اور دوسری شہزادیوں کی نظروں میں وقعت گھٹاؤں ؎

آپ اپنی سر کی قسم اسوقت تک مانونگی نہیں — جب تک آنکھ سے بدلہ اسکی لیلونگی نہیں

شاہجہاں :۔ بیٹی ؎

نہ سنی جائے آہ فغاں بد دعا محکوم کی — کیا نہ سمجھا ... منصف مظلوم کی

بہرے ہو جاتے ہیں جب انصاف سے حاکم کے کان — غیب سے فریاد سنتا ہے ندا مظلوم کی

پیلو پنکھیاں دے پنکھیاں۔ ہاجونے رسیاں۔ ہاتھ پیر انو لگاکے مہندی
تین ودیکھن چت وچ بیٹھی اے مرے دلدار آس رکھیاں دے
یار گیا تو مڑ نہ آیا خط نہ رسیاں بت نہ پایا اے مرے دلدار
تھک گئی انکھیاں شے انکھیاں

اورنگ زیب:۔ کون کہتا ہے کہ میں ہندوؤں کا دشمن ہوں۔

دارا:۔ میں کہتا ہوں۔

اورنگ زیب:۔ ہرگز نہیں۔ اگر میں ہندوؤں کا دشمن ہوتا تو آج میری فوج میں مسلمانوں سے زیادہ ہندو راجپوت نہ ہوتے۔

دارا:۔ یہ صرف بناوٹ ہے۔ **اورنگ زیب:** نہیں یہ صرف صداقت ہے

دارا:۔ تیری صداقت ہندوؤں کو بدخواہ کر رہی ہے۔

اورنگ زیب:۔ اور تمہاری جہالت مسلمانوں کو گمراہ بنا رہی ہے۔

دارا:۔ ہرگز نہیں۔ میری نظر میں ہندو اور مسلمان دونوں ایک ہیں۔

اورنگ زیب:۔ اور میری نظر میں ہندو اور مسلمان جو اپنے مذہب کا پابند ہو وہی انسان ہے

دارا:۔ اور جو مذہب کا پابند نہیں۔

اورنگ زیب:۔ وہ کسی کا [illegible] نہیں۔ **دارا:**۔ کون کہتا ہے۔؟

[illegible] تم اور [illegible] کا خدا۔

اورنگ زیب:۔

[illegible] کسی کا دوست ہو وہ اور نہ بھائی ہو [illegible]

[illegible] انکو اپنی تم بیوہ بناتے ہو [illegible]

جسونت سنگھ:- ہاں ہاں میں صداقت کو سب سے عزیز سمجھتا ہوں۔
دارا:- جب تو آگے بڑھو اور تمہیں اس مقدمہ کا فیصلہ کرو۔
جسونت سنگھ:- ہاں! میں فیصلہ کرتا ہوں سنو!

تم بھی خدا کے بندے یہ بھی خدا کا بندہ　تم بھی خدا کے بندے وہ بھی خدا کا بندہ
جو کچھ ہے شکوہ ان کا وہ ہے گلہ تمہارا　مجرم ہے تم اس کے مجرم ہے یہ تمہارا
تم لیلو اسکی آنکھیں اور دیدو اپنا بازو　یہ فیصلہ ہے اس کا اور یہ فیصلہ تمہارا

اورنگ زیب:- کیوں بھائی مہربان قدردان سن چکے حق کا اعلان؎

ایک راجہ وہ بھی ہندو جسپہ تم کو ناز تھا　زور بازو تھا جو سچا ہمدم و ہمراز تھا
ہے خیر انجام کی انصاف سے کیا کہہ گیا　ایک دریا تھا جو رستہ بہکے سیدھا بہہ گیا
کر لو کچھ اب بھی عمل سچا انساں ہے سامنے　ورنہ گر جاؤگے منہ کے بل کنواں ہے سامنے

دارا:- بیوقوف ؎ رہنے دے تیرا کنواں اور رہنے دے تیرا ثواب
تیرا تیرے ساتھ میرے ساتھ ہے میرا حساب

موت سر پر ہے کھڑی تیرا الٹنے کو نقاب　لیکے جان چھوڑیگا تجھ کو اب میرا قہر و عتاب
دشمنی کرتے ہیں جس سے ہم دکھاتے ہیں اسے　دیکھ ہم کرتے ہیں تیری اسطرح مٹی خراب

اورنگ زیب:- عقل کے اندھے بہکتا ہے عبث پیکر شراب　نشۂ نخوت کا نہیں اچھا ہی جاتا عذاب
کھول کر آنکھیں تماشہ دیکھ اب موت کا　سر درگوں کر دیتے ہیں تیغ کا یوں تیغ جواب

سین ختم ـ ڈراپ

باب تیسرا　سین پہلا　جشن گاہ دارا

گانا سہیلیوں کا پنجابی

میں اس مقدمہ کو دوسری پیشی تک ملتوی رکھتا ہوں۔ لہٰذا اسد اللہ سے

آشکارا ہے بغاوت اس کی ہر اظہار میں فیصلہ کل ہوگا اس باغی کا پھر دربار میں
مشتہر کردو یہ دہلی شہر میں تم آج ہی

سعد اللہ۔ کہئے شہزادہ صاحب اب کس سوچ میں پڑ گئے۔؟
اورنگ زیب۔ میں یہ سوچ رہا ہوں کہ یا خدا سے

رہوں گا مورد آلام بہ مشق ستم کب تک میں مثل کوفت کھاؤں گا بھلا اپنوں کا غم کب تک
میری آواز پایہ عرش کا کس دن ہلا دے گی تری لاٹھی ہے بے آواز کب بجلی گرا دے گی

سعد اللہ۔ کہئے جناب جسونت سنگھ صاحب آپ سن رہے ہیں۔
جسونت سنگھ۔ جی ہاں! سن رہا ہوں۔
سعد اللہ۔ تو فرمایئے ان رموز کنایہ کا نام بغاوت نہیں۔
جسونت سنگھ۔ میرے خیال سے تو اس بحث و مباحثہ کا نام شرارت نہیں۔
دارا۔ جسونت سنگھ آپکی ڈھل مل یقین باتوں سے تو یہ ظاہر ہے کہ آپ اس سے ڈرتے ہیں۔
جسونت سنگھ۔ جناب شہزادہ صاحب میں تو صرف یہ جانتا ہوں کہ اگر تمام دنیا کے شہزادہ بھی ملکر آئیں تو وہ بھی کمزوروں کی آہ یتیم کی بددعا مجبور انسانوں کے غصہ کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔
سعد اللہ۔ تو تمہارے خیال سے شہزادہ کمزور و مجبور ہے۔
جسونت سنگھ۔ ظاہر تو یہ اپنے بل بوتے رستم بیلتن سے زیادہ مغرور ہے لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ باطن میں ایک چیونٹی سے بھی کمزور اور مجبور ہے مگر سے

ایکطرف ہیں آپ سب ساری جماعت ایکطرف یہ اکیلا ایکطرف اسکی صداقت ایکطرف

دارا۔ ہاں تم اس کی صداقت کا لوہا مانتے ہو۔

سعداللہ:- ہم غلاموں کی موجودگی میں کس کی مجال ہے جو حضور قبلہ عالم کا حکم ٹالے۔
اورنگ زیب:- تو میری موجودگی میں کس کی مجال ہے جو میرے محافظ کی آنکھیں نکالے۔
دارا:- میں اس کی آنکھیں نکالوں گا۔
اورنگ زیب:- یاد رکھنا جو اس کی آنکھیں نکالے گا ایک روز اس کے چہرے پر آنکھیں نہ ہونگی اور وہ اپنی بینائی کو ڈھونڈھتا پھریگا ؎

نثار ہو آنکھوں پہ جسکی نکے وہ کرلے دنیا کی سیر پہلے تو نکال لیتا پھر اسکی آنکھیں ہٹا لے آنکھوں کی خیر پہلے

شاہجہاں:- جسونت سنگھ تم سن رہے ہو یہ کس کی طرف اشارہ ہے۔؟
جسونت سنگھ:- جہاں پناہ حضور میں سمجھا یہ داراشکوہ کی طرف اشارہ ہے۔
شاہجہاں:- بس اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ بغاوت پر آمادہ ہے اورنگ زیب میں تجھے آخری مرتبہ کہتا ہوں کہ جب تو دنیا میں آیا ہی تو کچھ دن خیریت سے اور گذار ؎

زندگی کو پیار کر نعمت ہے اچھی زندگی | زندگی بیکار ہے جس میں نہ ہو شرمندگی
زہر غصہ کا تو میرے جان کر ہرگز نہ پی | ایک ہی دنیا میں جب تو کچھ دنوں تک اور جی

اورنگ زیب:- میں خوب سمجھتا ہوں میرے قبلہ و کعبہ مجھے کامل یقین ہے کہ میں اسلام کی شان و شوکت کو برقرار رکھنے اور آنے کی خیر و برکت ہے ہندوستان کے مسلمانوں کو مالا مال اور اس محل سے شرک و بدعت دور کرنے کیلئے ضرور جیونگا مجھے یقین ہے کہ حضور حق و صداقت دانستہ فرمائینگے اور مجھے تیز غصہ کا ہلاہل ضرور پلائینگے اور میں پیونگا مگر یہ یاد رہے کہ ؎

جب سرایت زہر میرے جسم میں کر جائے گا | یہ میرا پیمانہ دل قہر سے بھر جائے گا
دیکھ لونگا جب نگاہ قہر سے میں ایک بار | میرا دشمن دیکھتے ہی دیکھتے مر جائے گا

شاہجہاں:- خیر اگر یہ نہیں مانتا تو جاؤ اس قیدی کو لے جاؤ اور اسکی نگہداشت رکھو اور

ہو وا دخواہ ان سے کوئی اگر بچارا دریا دکھائے میٹھا پانی پلائے کھارا

من خوب می شناسم پیران پارسا را

سعد اللہ:- اللہ اکبر! ہم غلاموں کی یہ ہتک اور حضور قبلہ عالم کی یہ توہین۔

دارا:- ہم وادخواہوں کو میٹھا پانی دکھاتے ہیں اور کھارا پانی پلاتے ہیں۔؟

سعد اللہ:- سلطنت کیا چلاتے ہیں گویا ہل چلاتے ہیں ہل۔

اورنگ زیب:- تو کیا ہل چلانا آپ نے کوئی معمولی کھیل سمجھ رکھا ہے؟

سعد اللہ:- اور سلطنت چلانا کوئی آپ نے معمولی کام سمجھ رکھا ہے۔

اورنگ زیب:- نہیں یہ بھی محال ہے اور وہ بھی محال ہے سلطنت اور زراعت دونوں کی ایک مثال ہے مگر ہل چلانا مجھ جیسے غریب کسان خوب جانتے ہیں اور سلطنت کا چلانا آپ جیسے نمکحرام خوشامد خور خوب جانتے ہیں۔

شاہجہاں:- خاموش بدزبان! ان کی خوشامد اور نمکحرامی کو ایک عالم میں آشکارا کر رہا ہے مگر تو کس ایمانداری پر ناز کر رہا ہے۔

اورنگ زیب:- میں اس ایمانداری پر ناز کر رہا ہوں کہ جس کے پاک دفتر کا نام شرعیت ہے ادنی اعلی امیر غریب سب کی یکساں عزت ہے ؎

پیادہ ہی سوار اسکا سوار اسکا پیادہ ہے نہ رتبے میں کوئی کم ہے نہ درجہ میں زیادہ ہے

وہ ہے قانون حق جنکی صداقت میں لگا ہے نہیں ہے شہزادہ سپاہی اور سپاہی شہزادہ ہے

دارا:- بیوقوف! ابا حضور کا حکم کسی صورت اس دربار سے ٹل نہیں سکتا۔

اورنگ زیب:- بیوقوف کے بچے بھائی تمہاری خوشامد کا کھوٹا پیسہ اس دنیا [illegible] نہیں چل سکتا۔

توہین کا بدلہ اس کی آنکھوں سے لیا جائیگا اور اندھا کیا جائے گا۔
اورنگ زیب :۔ خیر یہ مجھے منظور ہے مگر بھائی صاحب کے طمانچہ کا جواب ۔؟
شاہجہاں :۔ دوسری پیشی پر اس کا فیصلہ کیا جائے گا۔
اورنگ زیب :۔ یہ انصاف نہیں بلکہ ظلم ناروا ہے۔
شاہجہاں :۔ کس طرح۔؟
اورنگ زیب :۔ ایک بہادر سپاہی اپنی جان پر کھیل جائے اور آقازادی کی جان بچائے وہ قانوناً مجرم بنایا جائے گا۔ اور اندھا کیا جائے گا اور ایک مغرور شہزادہ اپنے غرور و تکبر کے زعم میں آکر بیگناہ سپاہی پر ہاتھ اٹھائے وہ قانوناً سزا نہ پائے اور اپنا بانور صحیح سلامت لے جائے یہ ظلم نہیں تو اور کیا ہے ؎

قدر موسیٰ کی نہ ہو فرعون کی توقیر ہو ٭ ظلم کی پرسش نہ ہو اور رحم کی تعزیر ہو
کونسی شاہی کا کس دفتر کا یہ مضمون ہے ٭ کون سے شداد کس نمرود کا قانون ہے

شاہجہاں :۔ کیا نمرود۔؟
اورنگ زیب :۔ جی ہاں نمرود۔
شاہجہاں :۔ بے وقوف ؎

مداح عدل کا ہے جس کے بلخ بخارا ٭ جس کا مطیع ہر دل سے ہندوستان سارا
ہاتھوں سے جس نے اپنے چیونٹی کو بھی نہ مارا ٭ با دوستان تلطف با دشمنان مدارا
نمرود سے تو اس کو تشبیہ دے رہا ہے ٭ پہچان کون ہیں ہم کیا رتبہ ہے ہمارا

اورنگ زیب :۔ جی ہاں حضور ہیں خوب جانتا ہوں اچھی طرح پہچانتا ہوں کہ ؎

شاہوں میں شاہجہاں اور شاہزادوں میں ہے دارا ٭ وزراء میں خانخاناں گویا ہے اک ستارا

نہیں گیا۔ اسکا بیان ہے کہ جب باغ میں داخل ہوا تو اس وقت سانپ پہ میری نظر تھی۔ اور سانپ میرے پیش نظر تھا۔
شاہجہاں :۔ توکیا تم یہ بھی اقرار کرتے ہو کہ جب وہ باغ میں داخل ہوا تو اس نے شاہزادی کو نہیں دیکھا اور ایک مسلم شاہزادی کی بے پردگی نہیں ہوئی۔
اورنگ زیب :۔ جی ہرگز نہیں! مگر ملزم کو اس کے گناہوں کی سزا اسیوقت مل چکی۔
شاہجہاں :۔ توکیا شاہزادی نے اس پر ہاتھ اٹھایا۔ ؟
اورنگ زیب :۔ نہیں بھائی دارا نے غضب ڈھایا۔
دارا :۔ عالم آرا بیشک میں نے غصہ کی حالت میں اس سپاہی کے منہ پر طمانچہ مارا۔
اورنگ زیب :۔ کیوں! کیا سپاہی کے منہ پر طمانچہ مارنا قانوناً جرم نہیں۔ ؟
سعد اللہ :۔ بیشک جرم عاید ہوتا ہے مگر غصہ کی حالت اور نصیحت کے خیال سے اگر شاہزادے نے اس پر ہاتھ اٹھایا تو اس حالت میں اک شہزادے کا جرم مجرموں کی قطار میں شمار نہیں کیا جا سکتا ہے۔
اورنگ زیب :۔ میں یہ دریافت کرتا ہوں کہ جب ایک ظالم شہزادہ کا جرم مجرموں کی جماعت میں شمار نہیں کیا جا سکتا تو پھر ایک بہادر سپاہی قانون کی گرفت میں کیوں کر آ سکتا ہے۔
سعد اللہ :۔ کیوں نہیں آ سکتا ضرور آ سکتا ہے۔
اورنگ زیب :۔ ہرگز نہیں۔ کبھی نہیں۔
شاہجہاں :۔ اگر اس نے ایک مسلم شہزادی کی جان بچائی ہے تو اسکا عوض اس کو ضرور دیا جائے گا مگر قبل اس کے کہ ایک مسلم شہزادی کی بے پردگی کی ہے لہٰذا پردہ کی

بھئی واہ یہ چھوٹے کا کوٹ یعنی مال غنیمت خوب ہاتھ لگا۔ اگر اس کے ساتھ پتلون بھی ہوتی تو سونے پر سہاگہ کا کام ہوتا۔ اوہو ہو پتلون تو یہ رہی۔ بس اس کوٹ پر ڈاکٹر صاحب کی پتلون ڈاٹنا چاہیئے۔

گانا فطرت کا

فطرت جسکو کہا ہوں پتلہ ہر فن میں ہوں ہوشیار
جل جہان سکا اشر کاٹوں جسکو ہو فی النار
ٹھگنی کا اب تو ناچ نچاؤں ساری شیخی میں اسکی بھلاؤں
تب آوے میری جان میں جان
اب یہاں سے بھاگنا چاہیئے۔ (سین ختم)

باب پہلا سین آٹھواں دربار

(گانا)

سہیلیاں:۔ گاڈ بلیس یو۔ ویری گریٹ بلیسنگ۔ اور لی کوان کروانیڈ ربیپ لپ۔ وی آر اوڈ اور کنگ۔ دہوم زیر افلاک کانپے ہیں شیر تر بھی لے شاہ۔ دہشت سے لے سلطان۔ تاجدار شہریار ذی وقار خود مختار جاں نثار بے شمار ہیں تیرے۔ العیدار۔ لانگک الا بل رجانے ولا رجانے الابل مالے۔

شاہجہاں:۔ اورنگ زیب اپنے محافظ کے جرم سے انکار کرتے ہو کہ یہ دیدہ ودانستہ زنانہ باغ میں نہیں گیا۔

اورنگ زیب:۔ جی ہاں میں اقرار کرتا ہوں کہ میرا محافظ دیدہ ودانستہ زنانہ باغ میں

عظمت:- جناب آئندہ اس سے بھی عمدہ مردانہ اسٹیج پیش کروں گا جو عنقریب تیار ہونے والا ہے۔

ڈاکٹر:- ضرور ضرور! اگر ہماری مس صاحبہ کو پسند آجائے گا تو ہم ضرور خریدنے پر آمادہ ہو جائے گا۔ (جانا)

فطرت:- ارے او بھائی عاشق باکمال خدا کے واسطے مجھے تو اس جنجال سے نکال۔

عظمت:- اچھا اچھا نہ گھبراؤ میں جاتا ہوں اور ایک کرایہ کا آدمی ڈھونڈھ کر لاتا ہوں اور تم کو اس آفت سے چھڑاتا ہوں۔

ڈاکٹر:- لو بھائی یہ لقا یا روپیہ

عظمت:- تھینک یو (آپ کا شکریہ) (جانا)

عبدالرحمن:- ہائے! کس سے کہیں۔ کون سُنے۔ کیا میں جوان نہیں۔ کیا میں خوبصورت نہیں پھر کیا وجہ کہ روز مجھ سے نفرت کرتی ہے۔ جوروؤں کی چوکھٹ پر آتے آتے پورے دو سال کا عرصہ گذرا۔ اکثر اس کے آگے رویا پیٹا مگر اس سخت جان کا دل کبھی نہ پسیجا میں نے بھی اپنے دل میں ٹھان لیا ہے کہ اگر آج اس نے مجھے سوکھا ٹرکایا تو سمجھ لیجئے کہ میں نے بھی اپنا گلا دبایا۔ (فطرت کا ڈنڈا جمانا)

بچائیو خدایا یہ کیا وبال آیا (دیکھکر) ہاں اب سمجھ میں آیا۔ کمبخت ڈاکٹر نے اپنی لڑکی کے عاشقوں کے بھگانے کیلئے یہ الیکٹرک کا چوکیدار بنایا ہے (تپلہ سے) ابے اُلّو کے پٹھے میں نے تیرے باپ کا کیا بگاڑا ہے (گھنٹی بجانا)

اللہ اماں! سچو گوبیا عبدالرحمن۔

(کوٹ چھوڑ کر) ٹھہر تو سہی بے ایمان۔ کیسا بھاگا۔ اس کی دُم میں دھ...

عظمت :۔ پیاری روزا! میرا راز بھی ایک راز ہے جس کو ظاہر کرنا میں اپنا فرض خیال کرتا ہوں۔ کان اس طرف لاؤ۔ میں بتاتا ہوں۔ (کان میں بات کرنا)

فطرت :۔ دیکھو کمبخت نے بوسہ لینے کی تدبیر نکالی۔

روزا۔ ہاں تو تم نے اپنے چچازاد بھائی کو مصنوعی پتلا بنا کر اور میرے والد کو دھوکا دیکر پانچسو روپے کی رقم اینٹھی ہے سچ بتاؤ کہ یہ چال تم کو کس نے سکھائی۔؟

عظمت :۔ سب تمہارے عشق نے بتائی۔ جس زمانہ میں تم گرل اسکول میں تعلیم پاتی تھیں اور میں بھی اسکول جایا کرتا تھا۔ جب سے میں تمہارے کاکل پیچاں کا اسیر ہوں۔

روزا۔ ہائے سچی محبت میں بھی عجب تاثیر ہوتی ہے پھر اس امر کی بابت تم نے کیا سوچا۔؟

عظمت :۔ دیکھو میں اس پاگل کو کس تدبیر سے ٹرکاؤں گا۔ اور بجائے اس کے خود اسٹیچو بنجاؤں گا۔ مگر دوسرے حلیہ کا مردانہ اسٹیچو بن کر آؤں گا۔ اگر تمہارے والد دریافت کریں تو تم کہدینا کہ دوکاندار نے بل لاتے وقت مجھ سے کہا تھا کہ میں نے ایک بالکل نیا اسٹیچو بنایا ہے جو بڑے بڑے کام کرتا ہے اگر تم کہو تو بجائے اس کے دوسرا اسٹیچو لادوں۔ یہ سنکر میں نے فوراً دوسرا اسٹیچو تبدیل کرالیا ہے آگے جو کچھ ہوگا میں بھگت لوں گا۔ تمہارے والد کو شادی کا پیام دوں گا۔

ڈاکٹر :۔ (اندر سے) ہاں گاڑی کو یہیں ٹھہراؤ۔

فطرت :۔ بیٹا! اب تمہارا باپ آگیا۔ ہوشیار ہو جاؤ۔

ڈاکٹر :۔ ہیلو تم آگیا۔ کیا تم کو روپیہ مل گیا۔؟

عظمت :۔ جی مل جائے گا۔

ڈاکٹر :۔ روزا! چلو پہلے روپیہ نکالیں۔ بعد میں کپڑے اتاریں۔

عظمت :- بہت اچھا...... آؤ آؤ میرے ہمراز عشق آؤ..... اب آپ بھی بلایئے۔
روزا۔ میں بھی اپنی لیڈی محبت کو بلاتی ہوں..... آؤ آؤ میری لیڈی محبت آؤ۔
عظمت :- کہئے لیڈی محبت آئی کیونکہ میرا عشق تو یاد کرتے ہی حاضر ہو گیا۔
روزا۔ ہاں لیڈی محبت بھی حاضر ہے۔
عظمت :- کہاں ہے۔؟
روزا۔ ادھر دیکھو یہ کیا موجود ہے محبت کی طالب۔
عظمت :- ہیں یہ تو ہے آپ کا قالب۔
روزا۔ جی نہیں! میں مغلوب آپ غالب۔
عظمت :- نہیں نہیں! میں مطلوب آپ طالب۔

(گانا)

دلدار یار چھیلا سے نیناں سے لگائیں گے
نیناں لگائیں گے۔ سینا چلائیں گے
یار مورا البیلے۔ جوبن مورا بالا
اب آنکھ مار کبرو سے نیناں ملائیں گے۔ دلدار یار چھیلا

فطرت :- اے لے...... دن دھاڑے ڈاکہ زنی۔ بلاؤں پولیس کو۔
ارے اے خاکی وردی والا۔..... (گرنا کتاب کا)
کیا لکھوں خاک تیھر اینٹیں ہے

گر پڑی ہاتھوں سے یہ ڈائری اپنے افسوس اینٹ تیھر ہی کیا بنتا میری تقدیر میں تھا ہے
روزا :- پیارے فطرت! اب یہ بتاؤ کہ تم نے آئندہ ملاقات کی کونسی صورت نکالی۔؟

فطرت:۔ یہ ان کی اماں نے سکھایا ہے کیونکہ وہ ان کے باپ کے سامنے اسی طرح نخرے سے کھڑی رہتی تھیں جیسے کہ اس وقت میں۔

روز:۔ فرمائیے۔؟

عظمت:۔ تو اس کے جواب میں میں بھی آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کا لقب ہے مس جس کے معنی یہ ہیں کہ آپ بھی شادی کی ٹائی میں ابھی تک نہیں باندھی گئیں ہیں پھر آپ کو ایک اجنبی شخص سے اس بیباکی کے ساتھ گفتگو کس نے سکھائی۔؟

فطرت:۔ مچھلی کے جائے کو کون تیرنا سکھاتا ہے۔

روز:۔ مجھے۔؟ عظمت:۔ ہاں آپ کو۔

روز:۔ مجھے تو ایک عورت نے سکھائی جس کا نام لیڈی محبت ہے۔

عظمت:۔ اور مجھے بھی ایک ہمراز نے جس کا نام مسٹر عشق ہے یہ کام سکھایا ہے۔

روز:۔ میں آپ کی راست گوئی سے نہایت خوش ہوئی۔ اب میں تم سے یہ کہتی ہوں کہ اگر ہم تم مل کر مسٹر عشق و لیڈی محبت کی شادی کرادیں تو کیسی۔

عظمت:۔ واہ وا سبحان اللہ پھر تو کیا بات ہے۔

فطرت:۔ اوہو ہو! یہ کمبخت کیسی شطرنج کی چالیں چل رہی ہے بس بہتر ہے کہ میز پر سے ڈائری اٹھاؤں اور ان کی محبت آمیز باتیں لکھ دیا کروں۔ پھر انہی جملوں کے ذریعے سے میں بھی روز کو دیوانہ بناؤں۔

روز:۔ اچھا تم اپنے ہمراز مسٹر عشق کو بلاؤ۔ میں اپنی لیڈی محبت کو بلاتی ہوں۔

عظمت:۔ میں کس طرح بلاؤں۔

روز:۔ دیکھو منہ اس طرف کرکے اس طرح بلاؤ .... آؤ آؤ میرے ہمراز عشق آؤ۔

پیٹ میں جو زہر باد بھرا ہوا تھا وہ اُگل دیا۔

فطرت:— یہ بل حاضر ہے۔

عظمت:— جی جی .... نہیں نہیں اے دل صبر کر ذرا

کیا میں اس بل کا روپیہ چکا دوں۔

روزا:— اور دیکھ لینے دے جی بھر کر

عظمت:— کیوں مس صاحبہ آپ نے بل کو دیکھا۔ میزان ٹھیک ہے۔

فطرت:— ہاں میزان ٹھیک ہے۔ چھوٹا چالیس کا موقعہ بھی نزدیک ہے۔

روزا:— ٹوٹل تو ٹھیک ہے مگر .... ہاں تو کیا یہ تپلہ تم نے ہی بنایا ہے۔؟

فطرت:— توبہ توبہ یہ آدکا پٹھا کیا بنائے گا یہ تو ہمارے ابا واماں نے اللہ میاں سے

کہہ کر پورے نو مہینے میں بنوایا ہے۔

عظمت:— جی ہاں! یہ اس خاکسار ہی کی کارستانی ہے آپکو اس میں کیوں حیرانی ہے

روزا:— کچھ نہیں اس وقت ایسا ہی تھا خیال جو کیا نے آپ سے کیا یہ سوال۔

عظمت:— فرمائیے فرمائیے نہ شرمائیے۔ جب نکالی بات ہے پھر کیوں یہ چھپانا

جو کچھ کہنا ہے ہر ڈوڈی میں لانا چاہیئے

روزا:— کیا میں دریافت کر سکتی ہوں کہ آپ کی شادی ہو چکی۔؟

عظمت:— جی خواب میں بھی نہیں۔

روزا:— غلط محض غلط۔

عظمت:— بھلا اس کا ثبوت۔

اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب تم کو کسی عورت سے سابقہ نہیں پڑا

تم نے اس تپلے کا قایم کیا ہے آخر تم نے کہاں سے سیکھا۔

جلا جلا کے تب عشق نے تمام کیا — فراق یار نے مارا قضا کا تام کیا
لگی ہے کاری گیاں۔ برہا کٹاری گیاں آئے نا واری گیاں۔ بانکے سیاں سے

عظمت:۔ محبت دلکو ہے زلف دوتا کی — الٰہی اور وہ بھی کس بلا کی
لے آیا جذبۂ دل ان کے گھر میں — خدا کی شان ہے قدرت خدا کی

فطرت:۔ ارے بیٹا خوب ہی تونے وفا کی — سہرا سر لیے جیا مجھ سے دغا کی
بنایا ہے رقوفی کا جو پتلا — بھلا کیا تیری کتھا جینے خطا کی

عظمت:۔ یارب الغفور۔ کہاں ہے وہ رشک حور۔ یہاں تو ہی تبدیل ہو رہی ہے پانگور

فطرت:۔ واہ رے بھینسا شور

عظمت:۔ کیا کروں کس کو بلاؤں۔ ہاں خوب یاد آیا گھنٹی بجاؤں۔

روز:۔ او خدا۔ یہ میری آنکھیں کیا دیکھ رہی ہیں۔

فطرت:۔ قبرستان کا راستہ۔

روز:۔ کیا یہی ہے وہ دل آرام۔ جس کے فراق میں تڑپتی ہوں صبح شام۔

فطرت:۔ ہاں یہی ہے وہ راجہ اندر کا حجام۔ لال دیا کا سالا اور گلفام کا غلام۔

عظمت:۔ اہا یہی ہے وہ پری حسن و نزاکت سے بھری۔

فطرت:۔ ہاں بیٹا یہی ہے وہ ولایتی تشیری نہیں نہیں بلکہ دہلی کے بھاؤ جی بازار کی کھیر کھڑی

روز:۔ ہیلو آپ تشریف لے آیئے۔

عظمت:۔ جی حاضر تو ہو گیا ہوں لیجیے ------ دل لیجیے۔

روز:۔ ہیں یہ آپ نے کیا کہا۔؟

عظمت:۔ توبہ توبہ یہ بیخودی میں میرے منہ سے کیا نکل گیا۔

جسونت سنگھ :- ٹھہر پر یہ ٹھہرے

میں تجھکو آزماتا تھا اور اس تیری وفا کو | علم و ہنر کو تیرے صدق و صفا حیا کو
تسلیم کر چکا دل تیری ہر ایک رضا کو | کہتا ہوں ہر م سے ہیں ایک لفظ لیے ریا کو
جس گھر میں تجھ سی پتنی اس پت کو غم نہیں | دنیا کے وسوسوں کا مجھکو الم نہیں

باب پہلا ساتواں سین کوٹھ

فطرت :- توبہ توبہ خوف بھی برا بلا ہوتی ہے مارے ڈر کے مرد سے عورت بننے
کی نوبت آئی اور .... سامنے سے کوئی آتا ہے ربٹیا فطرت
جلد اپنی خاندانی مسند پر چل کر نسب ہو جائیے۔

ڈاکٹر :- روز اور یہ کنٹس بکس کی چابی - میں ایک مریض کے دیکھنے کو جاتا ہوں اگر
اس عرصہ میں وہ اسٹیچو والا لیکر آوے تو اس کا بقایا روپیہ دیدینا۔

روز :- ویری ویل .... واہ وا ایک نیٹو شخص نے کیا فیشنی پتلا بنایا ہے
گویا ولایت والوں کو بھی شرمایا ہے اگر یہ پتلہ بنانیوالا مجھے ملتا تو میں اس
کے ہاتھ چوم لیتی۔

[illegible] :- بہتر ہوتا کہ بجائے اس کے تم مجھ سے چوما چاٹی شروع کر دیتیں۔

روز :- [illegible] سو [illegible] شاپ میں جانا غضب ہو گیا ہائے اس پتلا
[illegible] کیونکر اس کو اپنا حال دل سناؤں۔

گانا

[illegible] نظر لاگی ارے نظر لاگی ...

مل کے کالک خود ہی داڑہی پر لگا تو نمیں خضاب　　جس سے چہرہ سیاہ ہو اور جلد چہرہ کی خراب
حاکم وقت سے مل کر میں ترقی نہ کروں　　دشمنی مول لوں اور چھوڑدوں جاگیر خطاب

رانی :۔ ہاں چھوڑدو ضرور چھوڑدو۔ جس کا نمک تمہاری رگ رگ میں بھرا ہوا ہے اسکو اور اس کے ملک کو خانہ جنگی سے بچالو۔ چند روز کی زندگی کے واسطے اپنے کو لالچی نمکحرام نہ کہلواؤ اور جاگیر خطاب کو آگ لگاؤ ؎

پاک اور ناپاک سے ہمکو نہیں کچھ واسطہ　　زندگی یا موت سیدھا ہے یہی اک راستہ

جسونت سنگھ :۔ یہ صرف زبانی جمع خرچ ہے ؎

نہیں لطف حقیقی آج سچ کی راجدہانی میں　　مزا آتا ہے سچ کا جھوٹ ہی کی حکمرانی میں
میں چاہیں تو لگا جنگ میں دشمن کو اپنے مار کے　　اب میں رہ سکتا نہیں دو طرفہ بازی ہار کے

رانی :۔ دیکھو پران ناتھ ایسے غرور کے بچن مکھ سے نہ نکالو ایسی کٹھور بات پر خاک ڈالو۔

جسونت سنگھ :۔ ہرگز نہیں کبھی نہیں۔　　رانی :۔ بس تو ؎

اس سے ظاہر ہے تمہاری زیست کے دن بھر گئے　　کیونکہ بازی گر ہمیشہ ہار ہی میں مر گئے
تم تو ہو کیا چیز پا یہ کھیل کھیل کر جو سر گئے　　بیدلی مہروں سے آخر مات ہی کھا کر گئے
جاؤ پوچھو پانڈوؤں سے وہ بھی بازی ہر گئے

جسونت سنگھ :۔ ادہر دیکھو ؎

نہ بولیں لوگ اس رنگ سے میں ڈر گیا　　ہے وہ چھتری جو زباں سے کہہ گیا وہ کر گیا
اس لئے میں رزمگاہ میں تیغ کو چمکاؤں گا　　غم نہیں گر جاں گئی پرواہ نہیں گر مر گیا

رانی :۔ میں بھی کہتی ہوں بلا سے جان گئی یا سر گیا　　زور روز پا شور شر اک فتنہ و محشر گیا
گر تمہاری تیغ سے سچائی کا جوہر گیا　　یاد رکھنا میں یہ سمجھونگی کہ شوہر مر گیا

جسونت سنگھ:۔ کون شاہزادے صاحب۔
اورنگ زیب:۔ (خود) نکل اے میری معین مددگار پردہ نشین اسلامی تلوار نیام کے گھونگھٹ سے باہر نکل۔ دشمن تیری عصمت دری کی تاک میں ہیں۔ تیری بے پردگی کا تماشہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو اپنی گرم شعاؤں سے جلا کر خاک کر ان ملعونوں کا قصہ پاک کر۔ سچ تو ان کو لکھی ہے ترا رنگ انوکھا ہے
خون سے کھیل کر ہولی تیرا الوہا مانیں رگیام
رانی:۔ پران پتی اس کی فہرست میں آپ کا نام ضرور ہونا چاہیئے۔
جسونت سنگھ:۔ کیا کہا میرا نام۔؟
رانی:۔ ہاں ہاں آپکا نام کیونکہ ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم ملک کو بدنامی سے بچائیں۔ اور اپنا فرض بجا لائیں۔
جسونت سنگھ:۔ تو کیا تمہارے نزدیک حق نمک سے زیادہ فرض وفا ہے۔
رانی:۔ بے شک حق نمک ایک تنکا ہے اور فرض وفا ایک پہاڑ ہے ؎
تنکا کسی نے سر پر اٹھایا تو کیا کیا
مثل پتنگ ہوا میں اڑایا تو کیا کیا
بار گراں سکے ڈر سے نہ ٹالے پہاڑ کو
ہے مرد وہ جو سر پہ اٹھا لے پہاڑ کو
جسونت سنگھ:۔ پرانی زمانہ جو شخص سچے دل سے مالک کی خیر خواہی کرتا ہے وہی نمک حرام کہلاتا ہے۔ علاوہ ازیں جو خوشامد سے پیش نہ آئے اور ہاں میں ہاں نہ ملائے وہ حاسد مفسد باغی کا خطاب پاتا ہے۔
تو کیا میں یہ جانتے ہوئے نمک حراموں اور باغیوں کی فہرست میں اپنا نام لکھواؤں خیر خواہ ارکین سلطنت کو اپنا دشمن جان بنا لوں۔ اور اورنگ زیب کیلئے

باب پہلا　　سین چھٹا　　محل جسونت سنگھ

گانا سہیلیوں کا۔ اورنگ زیب کا کیاس تبدیل جسونت سنگھ سے گفتگو کرتے نظر آنا

ساڈے دل توڑے اوتے واریاں اور سے موتیاں والے مالیکا
تخت و بخت تو ڈار ہے دے مبارک نازل رحمتاں ہوئیاں

جسونت سنگھ:- میرے عزیز! جب میں دہلی کے قلعہ کی سب سے اونچی فصیل پر کھڑا ہو کر ایک واعظ کیطرح کہہ چکا کہ اورنگ زیب باغی نہیں خیر خواہاں سلطنت ہے تو پھر اس کاغذ پر علماء دین کی مہر اور افسران فوج کے دستخط ہوتے ہوئے میرے دستخط کی کیا ضرورت ہے۔

اورنگ زیب:- اس لئے کہ آپکے قبضۂ قدرت میں بہادر راجپوتوں کی سب سے بڑی قوت ہے۔

جسونت سنگھ:- یہ جھوٹی خوشامد ہے لہٰذا تم جاؤ اور مرشد زادہ اورنگ زیب سے کہدو کہ چھوٹے حضور جس طرح مقدر کا لکھا حکمت عملی سے نہیں مٹ سکتا اسیطرح مردوں کا وعدہ کسی صورت سے نہیں ٹل سکتا۔ سعد اللہ خاں کی شرارت داراشکوہ کی عداوت اور بادشاہ سلامت کی حماقت کے آگے میرا زور و بس نہیں چل سکتا اور میں اپنا قول دارا دہ نہیں بدل سکتا کیونکہ ؎

نکل چکا ہے فلک کی کماں سے کھنچکر تیر　　خبر نہیں کہ نشانہ بنے گا کون بے پیر
میں قول ہار چکا یا نصیب یا تقدیر　　رہے گی نیام میں ہرگز نہ اب میری شمشیر
میری نظر میں سپاہی نہ شاہزادہ ہے　　خیال حق نمک کا بھی مجھے زیادہ ہے

اورنگ زیب:- بس بس میں سب کچھ کہہ چکا۔

عظمت:۔ حضور! میں نے یہ اسٹیچو صرف پانچ منٹ میں بنایا ہے۔ (عظمت کو دیکھکر)

روزا۔ او مائی گاڈ! کیا خوبصورت جوان ہے کیا یہ آپکی دستکاری ہے۔؟

عظمت:۔ جی ہاں! آپ لوگوں کی قدردانی پر موقوف ہے۔

ڈاکٹر:۔ واقعی آپ نے بڑا کمال کیا ہے اچھا مرزا صاحب چونکہ ہماری ڈاٹر کو یہی اسٹیچو پسند آیا ہے اس لئے اسکی قیمت سے آگاہ کیا جائے۔

مرزا:۔ اسکی قیمت خریدار کی قدردانی پر ہے اور میں نے اس وجہ سے اس کی قیمت صرف پانچسو روپئے رکھی ہے کہ آپ نئی روشنی والے انگلش نیشن کے متوالے بھی سودیشی چیزوں کی قدر کریں۔

ڈاکٹر:۔ ہیں..... کیوں نہیں، کیوں نہیں۔ روز تمہاری کیا رائے ہے۔

روزا:۔ اسکی دستکاری کو دیکھکر میں کہہ سکتی ہوں کہ پانچ سو روپے اسکی قیمت کچھ نہیں ہے۔

ڈاکٹر:۔ آل رائٹ! اچھا یہ تین سو روپے کا چک لیجئے اور اس اسٹیچو کو بحفاظت مع لباس کے ہمارے مکان پر بھیجدیجئے۔ اچھا سلام! (جانا)

مرزا:۔ سلام! عظمت:۔ آیا بیٹا اڑنگے میں۔

مرزا:۔ تم جاؤ اور ایک عمدہ ٹھیلا لاؤ اور اس اسٹیچو کو نمبر ۵ بنگلہ پر ڈاکٹر صاحب کے ہاں پہنچاؤ۔

عظمت:۔ بہت خوب..... اب آیا بیٹا اڑنگے میں۔ (جانا)

[illegible] عشق بھی کیا بری بلا ہے جب سے میں نے اس خوبصورت چڑیا [illegible] سے بہت پریشان ہے۔

[illegible] کی طرح بالائے آسمان ہے۔

[illegible] رسائی کر۔ اگر تقدیر نے کیا یارا تو بس پو بارہ

عشرت:۔ اچھا بھائی۔ اپنچ کہیں تلی تو تلّا ہی سہی۔

عظمت:۔ ہاں اب تمہیں اپنا کام بہت جلد شروع کر دینا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ آجائیں چچاجان تو کھوپڑی کے بال اڑ کر ہو جائے صفا چٹ میدان۔

چلو ادہر آؤ (رہیں تیلا بنا نام)

فطرت:۔ بھئی واہ! عورت بننے میں تو بڑا ہی مزا ہے۔ لباس پہنتے ہی طبیعت پھڑ پھڑانے لگی۔ مادین بنتے ہی نر کی یاد آنے لگی۔

مرزا:۔ (اندر سے) آیئے آیئے جناب تشریف لایئے۔

عظمت:۔ خبردار ہوشیار! شاید چچاجان کی سواری آرہی ہے۔

فطرت:۔ مارے بھائی! اس وقت تو میری بھی ٹانٹ کھجلا رہی ہے یا پیر کلیان میری عزت کا تو ہی ہے نگہبان۔

مرزا:۔ عظمت ادہر آؤ اور وہ ہمارے وطن کے بنے ہوئے سودیشی تھان اور اسٹیچو جو بنائے ہیں وہ ڈاکٹر صاحب کو دکھلاؤ۔

عظمت:۔ بہت خوب!

مرزا:۔ دیکھیئے گاڑھے اور کھدر کے سودیشی تھان جس کو آجکل پہننا فرض و فخر سمجھتا ہے ہندوستان اور دیکھئے یہ اسٹیچو اپنے ہاتھ سے کئے ہیں طیار۔

ڈاکٹر:۔ بھئی واہ مرزا عشرت! اور تو جو کچھ ہے سو ہے مگر یہ اسٹیچو بنانے میں تو واقعی کمال حاصل کیا ہے اور خاصکر یہ زنانہ اسٹیچو تو بہت ہی فینسی بنایا ہے کیوں مس روز تم کو میری رائے سے اتفاق ہے۔

مس روز:۔ مائی نادر میں آپ کی الپسند کی قائل ہوں۔

ٹکڑے کر ڈالے۔ اب چچا جان کو بلاتا ہوں۔ اور یہ اسٹیچو دکھاتا ہوں اور دھوبی کے
گدھے جیسی تیری دُرگت بنواتا ہوں۔

فطرت:۔ ارے یہ تو بڑی مشکل پڑگئی۔ اب تو میری شادی قطعی بیچ میں اڑگئی۔ یہ تو پکی پکائی
ہنڈیا بگڑ گئی بہتر ہے کہ خوشامد سے اسکی کھوپڑی سہلا دیں۔
اے میرے مرحوم چچا کی نشانی ؛ اب تیرے اختیار ہے میری عزت بچانی

عظمت:۔ بہتر ہے کہ کوئی ترکیب عمل میں لاؤں۔ اس پاجی کی خوب گت بنواؤں دیکھو
فطرت! جو ہونا تھا سو ہوا فی الحال تیرے بچنے کی ایک صورت ہے

فطرت:۔ وہ کونسی صورت ہے بھائی جس سے میری اس آفت ناگہانی سے ہو رہائی۔

عظمت:۔ اچھا تو سنو اور غور سے سنو۔ اس ٹوٹے ہوئے اسٹیچو کو تو میں کہیں چھپائے
دیتا ہوں اور اسکے بجائے تمہیں پتلا بنائے دیتا ہوں۔ اس کی پوشاک پہناکر
اسٹیچو بنائے دیتا ہوں۔

فطرت:۔ میاں! یہ پتلا تو زنانہ ہے تو کیا مجھے بھی زنانہ بننا پڑے گا۔

عظمت:۔ بے شک! فطرت:۔ تو کیا مجھے پیسنا اور رنجہ بھی جینا پڑیگا۔؟

عظمت:۔ بے شک۔

فطرت:۔ باپ رے باپ! جب تو پوری ہوئی رسوائی۔ اب کیا کروں میری مائی۔
۔ ہاں ایک شرط اور باقی ہے۔

فطرت:۔ وہ کیا۔؟

۔ جب تک میں اس کے ساتھ کا دوسرا اسٹیچو نہ بنالوں۔ تب تک بالکل بے حس و
[illegible]
بھی چونکے تو پڑیں گے نہرا لیشی جوتے۔

مرزا:۔ دور ہو مردود۔ لوگ کہتے ہیں کہ خدا ہمکو کوئی بیٹا عنایت کرے۔ مگر میرے نزدیک
تو ایسی اولاد سے بے اولاد ہی رہنا ٹھیک ہے۔ لعنت ہے ایسی اولاد پر کم بخت
نے مجھے چکمہ بنا دیا۔ دور ہو مردود۔
فطرت:۔ ہت تیرے نالائق باوا کے سر پر مجھ سے نالائق بیٹے کا ڈنڈا۔ کیسا کیا گیدی
خر کو ٹھنڈا۔ کیسا ڈالا شادی کا پھندا۔ اگر اب کے لایا بوڑھا کسی قسم کا کھورو تو
میں نے بھی کہدیا ہے فوراً ہی ہضم کر جاؤں گا۔ اس کی ۵ منٹ کی جورو۔ بس پھر
تو مزا ہی مزا ہے۔ مزا ہی مزا ہے۔ مزا ہی مزا ہے۔
عظمت:۔ ابے او پنچ اخبار کے کارٹون۔ چل دفان ہو یہاں سے مجنون۔ یہ کیسا شور و غل
مچا رکھا ہے۔ زمین آسمان سر پر اٹھا رکھا ہے دیکھتا نہیں کہ پیچھے اسٹیج و رکھا ہے
فطرت:۔ واہ بیٹا اوکے بھتیجے چپڑ غٹو۔ ابے پاگل کے بھائی۔ یہ تیرے دل میں کیا سمائی
جو خواہ مخواہ مجھ سے جنگ ٹھہرائی۔
عظمت:۔ آنکھ سے آنکھ ملاتا ہے ہمکو بجر بٹو اور چپڑ غٹو بتاتا ہے مجھکو بھی اپنا باپ سمجھکر دبانا چاہتا
ہے تو نے اس وقت بھی مجھے خبط الحواس بتایا تھا کیوں نہ اُسترا کروں حجامت۔
فطرت:۔ اُلو کی تائی کے بیٹے ابے حوتق تو کیا کرے گا میری حجامت۔ میں خود کر دوں گا
تیری مرمت۔ (پاگل کا چانٹا مارنا)
عظمت:۔ ابے مجھے اور چانٹا مار کھڑا تو رہ مردود۔
فطرت:۔ ارے مار ڈالا! مار ڈالا۔ ارے ابا جان۔ اری اماں جان۔ او میری ہونیوالی
جورو تو کدھر مر گئی۔
عظمت:۔ ارے تیری جورو کی ایسی کی تیسی۔ پاجی رذالے! پانچ سو روپیہ کے اسٹیج کے ٹکڑے

فطرت:۔ آپ نے کس کے ساتھ شادی کی تھی۔؟

مرزا:۔ تمہاری ماں کے ساتھ۔

فطرت:۔ بس تو اپنی ماں کے ساتھ میری شادی کرادو۔

مرزا:۔ لاحول ولا قوۃ......... ابے یہ کیوں۔؟

فطرت:۔ یوں کہ تم نے میری ماں کے ساتھ شادی کیوں کی۔؟

مرزا:۔ اس لئے کہ تجھ سا نا خلف لڑکا پیدا ہو۔

فطرت:۔ بس بس! میں تم کو میعادی ایک ہفتہ کا نوٹس دیتا ہوں کہ اگر تم نے اس عرصہ میں میری شادی نہ کرائی تو تم کو ایک جم بائیکاٹ کردوں گا۔ اور زبردستی تمہاری بیوی چھین لوں گا۔

مرزا:۔ ہا ہا! بھلا میری جورو کو چھین کر تو کیا کرے گا۔؟

فطرت:۔ کیا کروں گا۔ تم سے زیادہ اس سے محبت کروں گا۔ اور جب وہ مجھے اپنے آغوش شفقت میں لے گی تو میں اس کا دودھ پیا کروں گا۔ اور تم کو خوب جلاؤں گا۔

مرزا:۔ دور ہو مردود۔ جا میرے سامنے سے نابود۔

آواز:۔ ارے عظمت! عظمت:۔ جی جناب!

مرزا:۔ دیکھو ٹھیک چار بجکر دس منٹ پر ایک مس وایک ڈاکٹر آویں گے۔ تم سب چیزیں صفائی سے رکھنا۔ میں ابھی آتا ہوں۔

عظمت:۔ بہت خوب!

فطرت:۔ اباجان میری درخواست پر کیا حکم لگایا۔؟

مرزا:- دور ہو مردود بدکلام -

فطرت مرزا:- اف! ابا کا تو اس وقت اسٹیم تیز ہے - ابھی بگڑے دل بادو اسلام -

مرزا:- جیتے رہو - فطرت:- جی نہیں آپ خدا سے کہکر مروا ڈالو -

مرزا:- دور ہو مردود -

فطرت مرزا:- واہ بیٹا مردود - ابا جان - اب غصہ کو تو تھوک دو اور جو میں پوچھوں اس کا
جواب دو -

مرزا:- دور ہو مردود -

فطرت مرزا:- اے مردود کے باوا جان یہ بتاؤ کہ تمہاری شادی ہوئی کہ نہیں - ؟

مرزا:- بھئی واہ! گدھے کے بچے نے کیا سوال کیا ہے اے خربلے تم - میری شادی
نہیں ہوتی تو تو کہاں سے پیدا ہوتا - دور ہو مردود -

فطرت:- ابا جان میں نے تو خیال کیا تھا کہ میں خاکی انڈا ہوں - مگر اب معلوم ہوا کہ آپ
شادی کی تو میں دنیا میں برآمد ہوا - اب اسی طرح میں بھی چاہتا ہوں کہ میری شادی
ہو جانی چاہئے کہ آپ کی پیدا ہر کا ایک بیٹا میرے بھی ہو جائے -

مرزا:- ہاں اور وہ بھی تیری طرح خبطی ہو -

فطرت مرزا:- ابا جان! ذرا اپنی زبان کو لگام دو - تم خبط الحواس تمہارا باوا خبط الحواس تمہارا
بیٹا خبط الحواس - تمہارا بھتیجا خبط الحواس -

مرزا:- ارے بھلا بھتیجے کے سالے، بندہ بھی تو دم تکلے سے بل نکالے کہ جینے کے پڑ جائیں لالے
میں حیران ہوں کہ تجھ سے خبطی کو کون اپنی بیٹی دے گا -

فطرت:- میں آپکو بتاتا ہوں - مرزا:- بتا!

دیسی دکان۔ لوگ کہتے ہیں کہ ولایت والے کمال کرتے ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں غلط بالکل غلط۔ ایسا کونسا کام ہے جو ہم نہیں کرسکتے ہیں۔ ارے بابا سارے بھائی۔ دولت عقل و محنت سے ملتی ہے جسکی مجسم مثال میں ہوں۔ میں نے اپنی ہمت سے یہ سودیشی دوکان کھولی ہے جس میں خاص دیسی کپڑے دیسی کھلونے و دیگر دیسی اشیائے میرے ہاتھ کی طیار کردہ موجود ہیں چونکہ میرا لڑکا فطرت تو مخبوط الحواس ہے اس لئے میں نے یہ کام اپنے بھتیجے عظمت کو بھی سکھا دیا ہے۔

عظمت! عظمت!!

عظمت:۔ جی چچا جان۔

مرزا عشرت:۔ دیکھو گاہکوں کے آنے کا وقت ہوگیا ہے۔ سب چیزیں صفائی سے رکھو۔

عظمت:۔ جی آپ کے فرمانے سے پیشتر ہی سب کام درست ہے۔

مرزا:۔ شاباش۔ جاؤ کام کرو۔

قدرت:۔ یا الہیٰ دے لگائی سب نے کاکی الدائم ۃ ساتھ میں دو بچے ہوویں اور ہووے ایک یار۔

مرزا:۔ آگیا جو اس باختہ الولی دم فاختہ۔ عقلمندوں کا حریف مجسم ظریف۔ نفرت دور ہو مردود۔

قدرت:۔ جورو ہو گر بغل میں تو لطف شباب ہے ۃ جورو بغیر دنیا میں جینا خراب ہے

یا اللہ جورو دلوادے مگر کیسی تیرہ برس کی۔ اگر تیرہ برس کی نہیں تو سات برس کی کنواری ہی سہی۔ نہیں تو سترہ برس کی سکنڈ ہینڈ ہی دلوادے۔ مگر دلوادے۔ ادہو ہو ہمارے (ابا) کنند صم بیٹھے ہیں۔ چلو اس بیوقوف کے باپ سے چل کر جورو کی درخواست کریں۔

گانا

(۱) جلدی سے جورو کرائے دے۔ اے میری ہونیوالی جورو کے خسر میرے (۲) ... ملے کے پدر سلام۔

سعد اللہ:۔ ہاں ہاں انعام میں۔؟

اورنگ زیب:۔ انعام تو نیک کام کے معاوضہ کا نام ہے۔ اب کہو کہ تم نے کون سا ایسا نیک کام کیا ہے کہ جس کے معاوضہ میں یہ تمہیں ہار ملا۔؟

سعد اللہ:۔ میں اس کا جواب آپ کو کل دوں گا۔

اورنگ زیب:۔ کل نہیں۔ آج ہی لوں گا۔

سعد اللہ:۔ کیا کہا آج ہی۔؟

اورنگ زیب:۔ ہاں ہاں آج ہی

سعد اللہ:۔ مجھ سے۔؟

اورنگ زیب:۔ ہاں ہاں تم سے۔

سعد اللہ:۔ تم مجھے جانتے ہو کہ میں کون ہوں۔

اورنگ زیب:۔ ہاں! خوب جانتا ہوں اچھی طرح پہچانتا ہوں ؎

میں خوب جانتا ہوں ہو سب سے بڑے وزیر — تمہاری مٹھی میں بند ہے شاہجہاں کی تقدیر
مگر یہ یاد رہے بادشاہ اور فقیر — مجھے بھی کہتے ہیں اورنگ زیب عالمگیر
جواب صاف بالاقرار تم سے لے کے چھوڑونگا — تمہیں دینا پڑیگا ہار تم سے لیکے چھوڑوں گا

باب پہلا — پانچواں سین — مکان مرزا عشرت

مرزا عشرت:۔ ہونا چاہئے۔ بیشک ہونا چاہئے۔ ہر انسان میں ضرور ہونا چاہئے۔ کیا دیسی خیال۔ دیسی کمال۔ دیسی پوشاک۔ دیسی خوراک۔ دیسی قبرستان۔ دیسی مسان۔ دیسی مکان

دارا:۔ خدا آپ کی دعا مستجاب کرے اور میرے دشمنوں کو ذلیل و خوار بنائے۔
سعد اللہ:۔ آمین۔ آمین۔ آمین۔ دارا:۔ تسلیم تسلیم تسلیم۔
سعد اللہ:۔ آداب۔ آداب۔ آداب۔ اورنگ زیب:۔ السلام علیکم۔
سعد اللہ:۔ وعلیکم السلام۔ کون شہزادے صاحب۔ کہئے جناب کہاں سے آنا ہوا۔
اور اب کہاں کا قصد ہے۔؟
اورنگ زیب:۔ میں عداوت پور سے آیا ہوں۔ اور بغاوت پور کا قصد ہے۔
سعد اللہ:۔ تو کیا بغاوت پور میں آپ کا کوئی حریف بھی رہتا ہے۔
اورنگ زیب:۔ جی ہاں! وزیر سلطنت جو ایک مکار شریف ہے وہی میرے مد مقابل ہے
اور میرا حریف ہے۔ ظاہر میں تو میرے بھائی اور باپ کا طرفدار اور باطن میں مطلب
کا یار اور غرض کا آشنا اور سب سے بڑھ کر طرہ یہ ہے کہ وہ کانچ کے مکان میں بیٹھ
کر لوہے کے ستون پر پتھر کے پانسے پھینکتا ہے غرضکہ ؎

بڑا ہی لالچی ہے رشوت و لالچ کا بندہ ہے بظاہر پاک ہیں پر درحقیقت دل کا گندہ ہے
لے جو زر تو حق کو بھی نہیں خاطر میں لاتا ہے جو مٹھی گرم کر دے بس اسی کا راگ گاتا ہے

سعد اللہ:۔ اجی جناب! آپ کے پاس لالچ اور رشوت کا کوئی مدلل ثبوت۔
اورنگ زیب:۔ جی ہاں ؎

یہ موتی آنکھوں سے دیکھیں آپ نقشہ اسکی صورت کا مثال طوق لعنت ہے گلے میں ہار رشوت کا

سعد اللہ:۔ یہ ہار ہا ہا ہا۔ یہ ہار شہزادے صاحب یہ ہار جس پر آپ کا دل للچا رہا ہے
یہ کوئی رشوت ہیں نہیں بلکہ انعام ہے۔ مجھے انعام ملا۔
اورنگ زیب:۔ انعام ہیں۔؟

شاہجہاں :۔ اور راجپوت۔

جسونت سنگھ :۔ سینہ سپر بن کر ان کا مقابلہ کریں گے۔ قسمت کا فیصلہ کریں گے۔

شاہجہاں :۔ انجام کار!

جسونت سنگھ :۔ حق کی فتح ہوگی اور باطل کی ہار ہے

ہندو اور مسلم مثالِ کوہ جب ٹکرائیں گے — آن واحد میں ہزاروں گھر کھنڈر ہو جائیں گے
دوست دشمن بن کے قابو میں نہ ہرگز آئیں گے — سلطنت ہوگی تباہ عالم پناہ پچھتائیں گے
پھیل جائیگا دھواں جنگ و جدل کا ہر طرف — اک سماں بندھ جائیگا ہیبت اجل کا ہر طرف

شاہجہاں :۔ دیکھا جائے گا اچھا میرے ہمراہ چلو۔

سعد اللہ :۔ دشمن کے سر پر میرا وار چل گیا۔

دارا :۔ آنکھوں میں جو کھٹکتا تھا وہ کانٹا نکل گیا۔

سعد اللہ :۔ کہیئے حضور اب تو آپ کو اورنگ زیب کا ڈر نہیں رہا۔

دارا :۔ آپ جیسا رہنما میرا دستگیر ہے تو پھر بیچارہ اورنگ زیب کیا چیز ہے میں تو بادشاہ سلامت سے بھی نہیں ڈرتا۔

سعد اللہ :۔ اچھا لیجئے میں نے اپنی شرط کے مطابق اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ لیجئے یہ شاہی مہر اب اپنا وعدہ پورا کیجئے۔

دارا :۔ ہاں ہاں لیجئے لیجئے یہ میری دادی صاحبہ کی یادگار ہے جو شاہی خاندان میں سب سے زیادہ قیمتی ہار ہے۔ اس کام کے معاوضہ میں نہایت خوشی سے لیجئے۔

سعد اللہ :۔ میں دعا کرتا ہوں کہ میری موجودگی میں خدا حضور کو دہلی کے تخت پر جلد بٹھائے اور بہت جلد ہندوستان کا فرمانروا بادشاہ بنائے۔

جسونت سنگھ:۔ اگر حضور کا شبہ یقین کی معراج تک پہونچ چکا ہے تو اس وقت غلام کی نظروں کے سامنے فی الحال دو صورتیں ہیں۔ ایک تو فرض وفا دوسرے حق نمک۔ لہٰذا فرض مجھے مجبور کر رہا ہے کہ میں آقا کو بدنامی سے اور ملک کو خانہ جنگی سے بچاؤں۔ بغاوت کی بھڑکتی ہوئی آگ کو تلواروں کی قاتل ہوا سے نہیں بلکہ رحم اور انصاف کے سے بجھاؤں۔ کیونکہ سہ

سلطنت کے دوست ہیں کم اور دشمن ہزار ہ
انکی چکنی چپڑی باتوں کا ہرگز نہیں ہے اعتبار

ہر عبادت کیلئے ایک ایک مقرر وقت ہے
وقت پر جو پیش حق جھک جاوے خوش وقت ہے

دور کچھ مسجد نہیں کھل جائیں گے راز و نیاز
پہلے سن لیجئے اذاں پھر ہو کے خم پڑھیے نماز

شاہجہاں:۔ ہرگز نہیں کبھی نہیں۔ جب میرے کانوں میں اذان کی دلکش آواز کے بدلے بغاوت کی خوفناک آواز آچکی تو پھر مجھے اورنگ زیب کے منھ سے اذان کی پاک آواز سننے کی ضرورت نہیں۔

جسونت سنگھ:۔ مگر غلام کی موجودگی میں بغاوت کیلئے سر اٹھائے۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔

شاہجہاں:۔ فرض کرو اگر ایسا ہوا تو؟

جسونت سنگھ:۔ تو میں قسم کھاتا ہوں کہ یہ زبردست ہاتھ جو فرض وفا سے سبکدوش ہو چکا ہے حق نمک ادا کرنے کیلئے سب سے پہلے اس تلوار کے قبضہ پر ہو گا۔

شاہجہاں:۔ اور پھر یہ تلوار۔؟

جسونت سنگھ:۔ نیام سے باہر نکلے گی اور اورنگ زیب کے سر پر بجلی کی طرح چمکے گی۔

شاہجہاں:۔ اور اس کی چمک۔

جسونت سنگھ:۔ اہل اسلام کی نظروں میں چکا چوند پیدا کر دے گی۔

[illegible]:۔ اہم۔

کہ راجپوتوں پر ٹوٹ پڑیں گے اور انتقام لیں گے

جسونت سنگھ:۔ قبلۂ عالم آئینہ اور پانی دونوں میں صفائی ہوتی ہے لیکن جس طرح صفائی کا اقتیاز لازمی سمجھا جاتا ہے اسی طرح حالات اور واقعات کی رو سے جہاں تک غلام کو علم ہے اس بادی النظر میں اورنگ زیب کا چہرہ صفا اور داراشکوہ کا چہرہ بدتر نظر آتا ہے۔

سعداللہ:۔ جی نہیں حضرت سے

دنیا کے داؤ پیچ میں اورنگ زیب سے داراشکوہ تو پاک ہے مکروفریب سے

جسونت سنگھ:۔ کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ داراشکوہ نے اورنگ زیب کے محافظ پر ہاتھ نہیں اٹھایا اپنی شاہانہ شان پر بدنما داغ نہیں لگایا۔ آداب شاہی سے انحراف قانون سلطنت کے خلاف سرکشوں کی طرح سر نہیں اور ظالموں کی طرح دست دراز نہیں کیا۔

سعداللہ:۔ ہاں کیا اور ضرور کیا مگر بغض و حسد کے خیال سے نہیں۔

جسونت سنگھ:۔ کیا ثبوت۔؟

سعداللہ:۔ ثبوت! ثبوت یہ ہے کہ داراشکوہ اپنی خطا کو خطا سمجھ کر منصف مزاجوں کی طرح اپنی ندامت کا اظہار کرتا ہے اقرار کرتا ہے مگر اورنگ زیب برخلاف اسکے اپنے علم و عقل کے گھمنڈ میں کسی کو خاطر میں نہیں لاتا بلکہ سرکشی پر آمادہ ہے۔

جسونت سنگھ:۔ کیا کہا سرکشی پر معاف کیجئے میں اس افواہ کو کبھی نہیں تسلیم کرتا۔

شاہجہاں:۔ کیوں کیا زبان خلق نقارۂ خدا نہیں۔

جسونت سنگھ:۔ ہے مگر ہر شخص سلطنت کا خیرخواہ نہیں۔

شاہجہاں:۔ یہ سچ ہے مگر میرے عزیز جو دیکھا ہوتا ہے وہ سمجھ میں آتا ہے۔

جسونت سنگھ:۔ میرے حضور بالعموم تجربہ کار انسان سنی سنائی باتوں میں آکر دھوکہ کھا جاتا ہے

شاہجہاں:۔ ہرگز نہیں مجھے کامل یقین ہے کہ اورنگ زیب بغاوت پر آمادہ ہے۔

میری شاہی میری شاہی کا نشاں کچھ بھی نہیں ۔ میرا فرماں آج زیر آسماں کچھ بھی نہیں
میرے ہوتے کیا یہ ممکن ہے زمین ہند پہ ۔ حکم اورنگ زیب کا شاہجہاں کچھ بھی نہیں

سعد اللہ:۔ مگر حضور اس کی گوشمالی کیوں نہیں فرماتے۔

شاہجہاں:۔ سعد اللہ میں مجبور ہوں کہ شرع مطہرین کی پابندی اور احکام خداوندی میں اہل اسلام مجھ سے زیادہ اورنگ زیب کے معتقد اور شیدا نظر آتے ہیں۔

سعد اللہ:۔ تو کیا مضائقہ ہے جس طرح اہل اسلام اورنگ زیب کے معتقد اور شیدا ہیں اسی طرح راجپوتوں میں بڑے بڑے بہادر راجگان داراشکوہ کے دل سے گرویدہ ہیں لہذا مصلحت یہی ہے کہ اس کام میں مہاراجہ جسونت سنگھ کو اپنا معین اور مددگار بنا لیجئے اور اورنگ زیب کی گوشمالی کیلئے راجپوتوں کا جوش بڑھائیے۔

شاہجہاں:۔ ہاں مصلحت یہی ہے لہذا تم جاؤ مہاراجہ جسونت سنگھ کو جلد بلا لاؤ۔

سعد اللہ:۔ بہت خوب، ارے کوئی ہے۔ جاؤ مہاراجہ جسونت سنگھ کو حضور قبلہ عالم کا پیغام پہنچاؤ اور کہو کہ جلد دربار میں آؤ۔

سپاہی:۔ بہت خوب، حضور مہاراجہ جسونت سنگھ صاحب در دولت پر خود تشریف رکھتے ہیں۔

سعد اللہ:۔ اچھا آنے دو۔

جسونت سنگھ:۔ جہاں پناہ کی عمر و دولت زیادہ۔

شاہجہاں:۔ آؤ آؤ میرے زور بازو آؤ۔ مجھے تمہارا ہی انتظار تھا۔

جسونت سنگھ:۔ حضور جلد ارشاد فرمائیں۔

شاہجہاں:۔ خبر جنگ و جدل کی آج یہ سننے میں آئی ہے ۔ کہ اورنگ زیب دارا میں قیامت کی لڑائی ہے
سناؤ تم ہو واقف خوب دونوں کی لڑائی سے ۔ تو خلاصہ جلد کر دو کس کے چہرے پہ صفائی ہے

سوچ میں کون بجز خامی و مددگار رہا تیرا
تو ہے ہمشیر مری دل میں ہے بہت پیار ترا

یہ تمہیں بھائی ہے مگر غیر کا شیدائی ہے
جب یہ ہے غیر کا شیدائی تو سودائی ہے

تو مجھے چھوڑ کر کرتی ہے حمایت اس کی
جو ترے پردہ کا دشمن ہے مروت اس کی

جہاں آرا۔ مجھے درکار عنایت نہ مروت اس کی
نہ تمہاری ہی محبت نہ حمایت اس کی

تم مرشد زادے ولیعہد ہو یا حاکم ہو
جب خطا کر چکے مجرم ہوا اور خادم ہو

اس کی توہین کا میں لوں گی ملے گا بدلہ
اس کی توہین کا تم دو گے اور وہ لے گا بدلہ

دارا۔ اچھی بہن بس میں دارا ہوں وہ میرا ہمسر نہیں ہے ہاں جو بدلے مجھ سے وہ سکندر نہیں ہے

جہاں آرا۔ بنا دے اگر اس کو خالق سکندر
تو کیا ہو نہیں سکتا ہے اپنا ہمسر

دارا۔ ہزار اپنا ہمسر ہو شاد ہم ہمارا
سکندر سکندر ہے دارا ہے دارا

جہاں آرا۔ غرور و تکبر ہے بیجا تمہارا
کرو اس سے پرہیز ہے یہ اشارا

اسی طرح نخوت سے ہنس کر پکارا
سکندر پہ آوازہ کستا تھا دارا

ہوا سامنا جبکہ میدان میں اس کا
ولیکن جھپکتے لڑائی میں ہارا

اورنگ زیب۔ وہ مارا
دارا۔ خاموش ستم آرا

ترے قبضہ میں جن ہے اور تو سراپا جادو
آن کی آن میں کر دیتا ہے تو اصم یا دو

جن کے ہمراز جب آواز سنا دیتا ہے
جس کا دل چاہے دم بھر میں پچھاڑ دیتا ہے

اورنگ زیب۔ بھائی صاحب! اسے

رہے قبضہ میں ہے جن اور نہ جادو ٹونا
یہ فقط آپ کا ہے سینہ سے اٹھ کر پڑنا

میں صداقت میں نہاں تیغ و ظفر رکھتا ہوں
اپنی سچائی میں جادو کا اثر رکھتا ہوں

سامنا ہوتا ہے جب میرا کسی بدخو سے
زیر کرتا ہوں اسے نعرۂ اللہ اکبر سے

اورنگ زیب: اگر یہ زعم باطل ہے تو لاؤ اپنا سیدھا ہاتھ آگے بڑھاؤ۔ تاکہ میں اسکو قلم کر دوں۔

دارا: سبب؟ اورنگ زیب: تم نے میرے محافظ پر ہاتھ نہیں اُٹھایا۔

دارا: ہاں اُٹھایا۔ اورنگ زیب: کس کی اجازت سے؟

دارا: بہن صاحبہ کی اجازت سے۔

جہاں آرا: ہرگز نہیں! میری اجازت سے نہیں بلکہ اپنی حماقت سے۔

دارا: کیا کہا حماقت سے؟ جہاں آرا: ہاں ہاں حماقت سے

میں نے کب تم سے کہا تھا اٹھاؤ اپنا ہاتھ
ایک نوکر ایک غلام پہ اٹھاؤ اپنا ہاتھ
تعصب دلمیں تھا اور سر پہ تھی تکبر و نخوت سے
اٹھایا تم نے اس پہ ہاتھ فقط اپنی جہالت سے

دارا: ہاں بہت بہن میں کیا سن رہا ہوں

میں نے ہاتھ اس پہ اٹھایا تیری حرمت کیلئے
بنا پردہ تیرے پردے کی حمایت کیلئے
اور تو کہتی ہے میں نے اپنی نخوت کے سبب
ہاتھ اٹھایا اس سپاہی پر جہالت کے سبب

جہاں آرا: ہاں جہالت کے سبب کیا شرم کی بات نہیں ہے کہ تم ولی عہد ہو کر ادنیٰ ادنیٰ سپاہی پر ہاتھ اٹھاؤ۔ کیا قانون مر گیا تھا۔ انصاف فنا ہو گیا تھا جب تم ولیعہد تھے اور تمہارے ایک ادنیٰ اشارے پر قانون اس کو تہ شمشیر کر سکتا ہے تو پھر انصاف کے ہوتے ہوئے مجھ کو بتاؤ تم کو اس پر ہاتھ اٹھانے کا کیا حق تھا

جس کے سر پر سایہ افگن ہو حکومت کا نشان
جس کی ماں ہو ملکہ ہندا در باپ شاہ جہاں
وہ کرے قانون شکنی نام بد اصلاح کا
ہے سراسر ظلم بے جا خون ہے انصاف کا

دارا: ٹھہر بہن جہاں آرا ٹھہر اور رحم! اے

اس کی عبادت میری تقریر پر نازاں ہو کر
کرنہ انصاف کا تو خون پشیماں ہو کر

ورنگ زیب۔ جن آنکھوں نے دیکھے ہیں حاکم شہنشاہ ‏ ‏ ذرا ان سے پوچھو وہ ظالم شہنشاہ

کیا کرتے تھے جو مظالم شہنشاہ ‏ ‏ نہ مٹتے تھے رب سے بھی نادم شہنشاہ

گرایا فلک کو زمیں پر تو آخر ‏ ‏ بنے خادموں کے بھی خادم شہنشاہ

جہاں آرا۔ میں قسم کھاتی ہوں کہ جب تک اس مردود سپاہی کے جو دوسر جہرے پر ناپاک آنکھیں موجود ہیں۔ میں کبھی اس کا قصور معاف نہیں کر سکتی۔

دارا۔ اور میں بھی باواز بلند کہتا ہوں کہ بہن جہاں آرا اب میری مرضی کے خلاف نہیں کر سکتی۔ ارے کوئی ہے۔ جاؤ اس بدمعاش کو قید کر دو۔

ورنگ زیب۔ دیکھو بھائی صاحب میرے اس شریف ملازم کے قابل قدر احسانوں کو دل سے نہ بھلاؤ۔ اپنی ہٹ دھرمی سے باز آؤ۔

لک آرا۔ اور میں بھی کہتی ہوں کہ آپ اپنے اس نمک حرام سپاہی کیلئے ایک لفظ بھی سفارش کا زبان پر نہ لاؤ۔ اور ہمارے پردہ کی دقعت نہ گھٹاؤ۔

مجرم کے جرم کی تم مدح سرائی نہ کرو ‏ ‏ جھوٹی منطق سے گناہ کی صفائی نہ کرو

ورنگ زیب۔ جھوٹے اقبال حکومت کی بڑائی نہ کرو ‏ ‏ جو بھلائی کرے تم اس سے برائی نہ کرو

تخت اور بخت خدا نے جو تمہیں بخشا ہے ‏ ‏ جس سے ناخوش ہو خدا ایسی خدائی نہ کرو

دارا۔ میں خدائی نہیں۔ بہن کی توہین کا بدلہ چاہتا ہوں۔

اورنگ زیب۔ میں بدلہ نہیں۔ اس کے احسانوں کا نیک صلہ چاہتا ہوں۔

تم کہا مانو مرا صدق و صفا کے واسطے ‏ ‏ رحم کی بوٹی کرو بیمار دوا کیوا سطے

ایک مرض ہے ظلم تم کو زود تر ‏ ‏ مان لو کہنا مرا اب بھی خدا کیوا سطے

دارا۔ فکر کیجو آپ اپنی ہے مرض تیرا قدیم ‏ ‏ ہم مرض کی آپ کر لینگے دوا خود ہیں حکیم

اورنگ زیب:- جی نہیں! یہ شہزادی کی جان بچانے آیا تھا۔

دارا:- کیا ثبوت۔ کیا گواہ۔؟

اورنگ زیب:- یہ مار سیاہ۔

دارا:- میں نے مانا سانپ یہ ڈسنے کو آیا تھا مگر ؎ باغ کے باہر بھلا کیوں کر ہوئی اسکو خبر

قبضۂ قدرت میں اسکے جام تھا جمشید کا ؎ یا دل اس کا آئینہ خانہ تھا خفیہ بھید کا

جہاں آرا:- میں پردہ نشیں پاک تھی ہر جرم و خطا سے ؎ آراستہ تھی پیرہن شرم و حیا سے

رنگین نہ ہوئے ہاتھ کبھی خونِ جفا سے ؎ یہ گھورنے کیوں آیا مجھے مکر و دغا سے

ڈس لیتا اگر سانپ میں مر جاتی بلا سے

اورنگ زیب:- خیر جبکہ یہ عقیدہ اور ایسا دھیان ہے ؎ دو سزائے موت اس کو یہ میرا فرمان ہے

مشتہر کردو یہ دہلی شہر میں تم آج ہی ؎ فی زمانہ جو کرے احسان بے ایمان ہے

جہاں آرا:- دیکھو بھائی صاحب تم باطن کا ترانہ نہ گاؤ۔ مفت میں جھگڑا نہ بڑھاؤ

ملازم کا احسان ہم پہ جتانا ؎ اور رتبہ زمیں کا فلک سے بڑھانا

سنے گا اگر بات یہ کوئی دانا ؎ تو نفریں تم پر کرے گا زمانہ

یہ ادنیٰ ملازم ہے بندہ ہمارا ؎ کہاں اس کا احسان رتبہ ہمارا

اورنگ زیب:- یہ مانا کہ نوکر ہے ادنیٰ ہمارا ؎ تم حاکم ہو گو ہے یہ محکوم کالا

مگر تم جو یہ دے رہی ہو حوالہ ؎ تمہاری جہالت کا ہے یہ قبالہ

نہیں رہتی یکساں زمانے کی حالت ؎ کبھی اعلیٰ ادنیٰ ہے ادنیٰ ہے اعلیٰ

دارا:- بیوقوف یہ تیرا عقیدہ ہے اپنا نہیں ہے ؎ فلک ہے فلک اور زمیں یہ زمیں ہے

شہنشاہ شہنشاہ خادم ہے خادم

اعظم خاں:۔ حضور حضور ذرا تحمل فرمایئے خدا را مرشد زادوں کو نہ بلوایئے۔
جہاں آرا:۔ کیوں کیا وہ بچھو جو دوسروں کی جان کو ایذا پہنچانے کی غرض سے
اپنے بل سے باہر نکل کر آتا ہے کیا وہ زندہ چھوڑ دیا جاتا ہے۔؟
اعظم خاں:۔ جی نہیں۔
جہاں آرا:۔ تو پھر تو کیوں گھبراتا ہے؟
اعظم خاں:۔ اس لئے کہ بندہ خیر خواہ ہے۔
جہاں آرا:۔ اگر تو سچا خیر خواہ ہے تو اپنی بے گناہی کا ثبوت دے۔
اعظم خاں:۔ حضور پہلے اس سانپ کو ملاحظہ فرمائیں۔
جہاں آرا:۔ ہرگز نہیں۔ جس طرح میں تجھ کو نہیں پہچانتی۔ اسی طرح سانپ کو بھی
نہیں جانتی ؎

دھوپ تھی سر پہ مرے یا کہ تھی چھاؤں | سو رہی تھی بے خبر غفلت میں پھیلا پاؤں
باغ میں باغ میں فرماں مراہ رہتے ہوئے | تو نے ان آنکھوں سے کیوں دیکھا مجھے سوتے ہوئے

اعظم خاں:۔ اس انقلاب میں آپکی باتوں کا کیا جواب دوں۔ حضور صرف اتنا جانتا ہوں کہ ؎

میری آنکھیں ہیں حضور پاک باطن کیطرح | میں قسم کھاتا ہوں تیری ایک مومن کی طرح

دارا:۔ خاموش!۔
اورنگ زیب:۔ اللہ اکبر۔
دارا:۔ بے ادب گستاخ بے حیا خاموش ؎

قسم کھانے میں چھوٹے اور تو چھوٹوں کا افسر ہے | سمجھتا ہوں میں جو کچھ دل میں تیرے فتنہ و شر ہے
بہانا سانپ کا اور بار احسان کھینچنے آیا تھا | حقیقت میں تو شہزادی کی عصمت لینے آیا تھا

جہاں آرا:۔ اری موئی!

تری باتیں ہیں جھوٹی یا کہیں سچی خدا جانے
میں جانتی ہوں سونا جاگنا میری بلا جانے

پہلی سہیلی:۔ شہزادی صاحبہ تو سچ مچ سوگئیں۔

دوسری سہیلی:۔ اب بہن حمیدہ بانو کو دعا دو اور گھر کا راستہ لو۔

حمیدہ:۔ ہاں ہاں مجھ کو دعا دو اور اپنے اپنے گھر کا راستہ لو۔

تیسری سہیلی:۔ تو بہن! یہاں رہ کر کیا کرو گی رت جگا۔؟

چوتھی سہیلی:۔ اری موئی آج زنانے باغ کے دروازہ پر ان کے منگیتر اعظم خاں کا پہرہ ہے۔ اس لئے اس بیچاری کا دل رت جگا منانے کے لئے چاہتا ہے۔

حمیدہ بانو:۔ اری چپ! کیا تم سب مل کر مجھے بنانا چاہتی ہو۔

گانا

سہیلی حمیدہ بانو:۔ سکھی بوبو بونہ شرماؤ گھونگھٹ میں منہ نہ چھپاؤ۔ لو آؤ سکھی۔ بوبو بونہ شرماؤ۔ رنگ رلیاں مچاؤ۔ اٹھکھیلیاں دکھاؤ۔ لو آؤ سکھی۔ بوبو بونہ شرماؤ

حمیدہ بانو:۔ ہیں یہ کیا سانپ او خدایہ کالا ناگ ایسا بن کے عزرائیل بیٹھا ہے
کہ جیسے سینۂ ہابیل پر قابیل بیٹھا ہے

او خدایا میں کیا کروں۔ اس موذی کا سر کس طرح کچلوں۔ ہاں خوب یاد آیا۔ زنانے باغ کے دروازے پر پہرے میرے منگیتر اعظم خاں کا پہرہ ہے۔ بس جلد جاؤں اور ان کو بلا لاؤں۔ وہی اس موذی کا سر کچل سکتا ہے۔

اعظم خاں:۔ کیوں کیا ہے۔؟

حمیدہ بانو:۔ یہ دیکھو

خم چنگ منہ کب عداوت نہنگ سے ؛ ٹکرا رہا ہے شیشہ کا داک سنگ سے

خبردار ہو جا ہوشیار ہو جا تو نے دست سے سینہ میں دبی ہوئی آگ کو آج اپنی سخت کلا[می]
کی پھونکوں سے اور بھی بھڑکا دیا ہے

کھینچوں گا تیری روح کو سینہ دبوچ کر ؛ کھاؤں گا تیری بوٹیاں میں نوچ نوچ کر

سین ختم

باب پہلا سین تیسرا باغیچہ خوابگاہ

باغ پُر فضا دلکشا پُر بہار ہے (گانا) پھولا گلزار ہے عجب نکھار ہے

سہیلیاں: ہیشو طیور پیا بنا مورا جیا گھبرائے۔ چھونے سہا ہے

جہاں آرا: کوئی جا کے مورا سندیسا سنائے یہ کاہے جیا کلپائے۔ جیا کو جلائے
ہمیں نہیں بھلائے۔ ہے جاؤ جاؤ تو سے نہ ستاؤ۔ بتیاں ہم سے ایسی نہ بناؤ ۔ اے
ری سکھی مان جاؤ۔ دیکھو موسم خوشگوار ہے۔ (ہاہیشو طیور)

جہاں آرا: میری پیاری بہنو

غلبہ ہوا نیند کا ؛ اترتا نہیں جو نشہ نیند کا
پھیلا کے پاؤں ؛ پھر اس پر بھی ہے یہ نشہ نیند کا

کاش جادو ٹونے یا سونے سے نہیں اترتا بلکہ جاگنے سے اترتا ہے
ری جس نیند کا نشہ سونے سے نہیں اترتا کہیں جاگنے سے اتر سکتا ہے
شہزادی صاحبہ! آپ جس سونے کو کہہ رہی ہیں وہ سونا اور ہے اور یہ ہیں
حضرت عشق کا ایک نیا طرفہ تماشہ ہے۔

دی پارسی الیگزنڈرا تھیٹریکل کمپنی آف بمبئی کا کھیلا ہوا

اصلی و مکمل ڈرامہ

دہلی دربار

یعنی

دربار اکبری

ملنے کا پتہ

منشی پیارا لال دریبہ کلاں دہلی

بار دوم

قیمت آٹھ آنہ